پانچ
اُچکّے
اشتیاق احمد

محمود • فاروق • فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۶

پانچ اُچکے

اشتیاق احمد

نام ناول ـــــ پانچ اُچکے

طابع ـــــ اشتیاق احمد

خوشنویس ـــــ سعید نامدار

سرورق ـــــ محمد مقصود عُنید

قانونی مشیر ـــــ شمیم احمد ایڈووکیٹ

مطبع ـــــ افضل شریف پرنٹرز

قیمت ـــــ روپے

سالانہ قیمت ایک ناول ـــ ۲۵۰ روپے

سالانہ قیمت دو ناول ـــ ۴۵۰ روپے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس شخص کی دو بیٹیاں جوان ہو جائیں اور وہ جب تک ان کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ نیکی کرے (یعنی اچھی طرح ان کو کھلائے، پہنائے، ان کو دین کا علم سکھائے اور ادب اور ہُنر اور تربیت معقول کرے) تو وہ اس کو جنت میں لے جائیں گی (یعنی اس کے جنت میں جانے کا باعث وُہ دو بیٹیاں ہوں گی)

سنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم،
صفحہ نمبر ۱۶۰، حدیث نمبر ۵۶۰

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، احسان کرو اپنی اولاد کے ساتھ (یعنی ان کو اچھی طرح سے دکھ عزت سے ان کے کھانے اور پینے اور پہننے اور تعلیم و تربیت کا

کا خیال رکھو ، اور ان کو ادب خوب سکھاؤ ـــــ

سُنن ابنِ ماجہ شریف ، جلد سوم ،
صفحہ نمبر ۱۶۰ ، حدیث نمبر ۵۶۱

○

ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر (قیامت پر) وہ اپنے ہمسائے سے نیک سلوک کرے اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر وہ اپنے مہمان کی خاطرداری کرے اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر وہ نیک بات کہے یا خاموش ہو رہے ـــ

سُنن ابنِ ماجہ شریف ، جلد سوم ،
صفحہ نمبر ۱۶۰ ، حدیث نمبر ۵۶۲

○

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانی پلانا ـــــ

سُنن ابنِ ماجہ شریف ، جلد سوم ،
صفحہ نمبر ۱۶۵ ، حدیث نمبر ۵۷۴

دو باتیں

السلام علیکم !

اس مرتبہ ایک مجسٹریٹ صاحب سے ملاقات ہوئی ـ میری عادت ہے، جس شعبے کے کسی فرد سے ملاقات ہوتی ہے، ان سے ان کے شعبے سے متعلق بات چیت شروع کر دیتا ہوں، کیونکہ ناولوں میں مجھے ہر قسم کی باتیں لکھنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ـ جیسا کہ ایک مرتبہ زہروں کے ایک ماہر سے بات ہوئی تو میں نے ان سے زہروں کے بارے میں معلومات حاصل کر ڈالیں ـ آپ جانتے ہیں، ناولوں میں اکثر زہروں کا ذکر آتا رہتا ہے ـ

تو اسی طرح میں نے ان سے ان کے پیشے سے متعلق سوالات شروع کر دیئے ـ انھوں

نے اپنی مُلازمت کے دوران پیش آنے والے
کئی حیرت انگیز واقعات سنائے ۔ میں نے
سوچا ۔ ان میں سے ایک آدھ آپ کو بھی
سُنا دوں ۔ ہو سکتا ہے ، آپ میں سے بھی
کوئی مجسٹریٹ بن جائے ۔ اور یہ باتیں انھیں
اس وقت یاد آجائیں ۔

ایک واقعہ انھوں نے سُنایا ۔ پولیس نے
چرس کے کیس میں دو غیر مُلکیوں کو پکڑ لیا اور
ان کو عدالت میں ریمانڈ لینے کے لیے پیش
کیا ۔ مجسٹریٹ صاحب نے ان غیر مُلکیوں
سے پوچھ گچھ کی ۔ تو انھوں نے فوراً اپنے جُرم
کا اقرار کر لیا ، لیکن ساتھ میں درخواست
کی کہ وُہ غیر مُلکی ہیں ، انھیں جیل کی
سزا نہ دی جائے ، جرمانہ کر دیا جائے ۔
مجسٹریٹ صاحب نے چند دن بعد کی تاریخ دی ۔
اس دوران غیر مُلکیوں کو وکیل کرنے کا بھی
کہہ دیا گیا ۔ انھوں نے وکیل کر لیا ۔ تاریخ سے
ایک دن پہلے وکیل ان غیر مُلکیوں سے ملا
اور کہا کہ مجسٹریٹ صاحب بیس ہزار روپے

مانگتے ہیں ۔ انھوں نے دے دیے ۔ اگلے دن
وہ عدالت میں پیش ہوئے ۔ مجسٹریٹ صاحب
نے انھیں پندرہ ہزار روپے جرمانہ کیا ۔ ایک
بجے جب مجسٹریٹ صاحب کمرۂ عدالت سے اُٹھ
کر اندر گئے تو دونوں غیر مُلکی اندر آئے اور
ان کا شکریہ ادا کیا ۔ اور بولے ۔ آپ نے ہم
پر بہت احسان کیا ۔ صرف پینتیس ہزار روپے
میں ہمیں فارغ کر دیا ۔ مجسٹریٹ صاحب یہ سُن
کر حیران ہوئے اور بولے :

"نہیں بھئی ۔ میں نے تو تم لوگوں کو صرف
پندرہ ہزار روپے جرمانہ کیا ہے ۔"

"لیکن جناب ، بیس ہزار تو ہم سے آپ کے
لیے وکیل نے لیے ہیں ۔"

مجسٹریٹ صاحب دھک سے رہ گئے ۔ انھوں
نے ان میں سے ایک کو وہیں بٹھا لیا اور دوسرے
سے کہا کہ اپنے وکیل کو بلا لاؤ ۔ وہ گیا ، لیکن
وکیل نے اس کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا ۔
اس نے آ کر بتایا کہ جناب وُہ نہیں آ رہا ۔ مجسٹریٹ
صاحب نے بار کونسل کے صدر کو فون کیا اور ساری

بات بتائی — وہ ایک وکیل کو لے کر وہاں آئے۔ اور ان غیر ملکیوں کے بیس ہزار روپے واپس کیے۔

مطلب یہ کہ ہمارے ملک میں ایسا بھی ہوتا ہے — اندر بیٹھے ہوئے ججوں اور مجسٹریٹوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ان کے نام پر وکیل حضرات کیا کچھ وصول کر رہے ہیں — اللہ ہمارے ملک پر رحم فرمائے۔ آمین! آپ سب بھی دعا کریں — اور اب ناول شروع کریں، اس لیے کہ ناول بھی آپ کو اُلجھانے کے لیے تیار ہے —

اشتیاق

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں — شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

ترتیب

دعوت اور خطرہ

"نہ جانے آج باس کیا حکم دے۔"

"جو حکم بھی دیں گے، عجیب ترین دیں گے، یہ بات تو طے ہے نا۔"

"آخر وہ ہم سے ایسے کام کیوں لیتے ہیں، یہ بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہمیں پیڑ گننے سے کیا مطلب۔ آم کھانے سے غرض رکھو۔"

"لیکن پھر بھی ہمارے ذہن الجھن کا شکار تو رہتے ہیں۔ ذرا سوچو۔ اگر کبھی ہم پکڑے گئے تو باس کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔ اور ہمارے ساتھ نہ جانے کیا ہو۔"

"جرائم پیشہ زندگی میں تو یہی ہو گا۔ اس کا سیدھا سادا طریقہ تو یہ ہے کہ جرم کرنا ہی چھوڑ دیا جائے اور شریفانہ زندگی گزاری جائے۔"

"یہی تو مشکل ہے — ہم شریفانہ زندگی گزاریں تو کیسے — نہ جانے کتنی بار جیل جا چکے ہیں ، معاشرہ ہمیں قبول کرنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہوتا — جدھر جاتے ہیں ، ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے — کم از کم میں نے تو پہلی بار جیل سے باہر نکلنے کے بعد شریفانہ زندگی گزارنے کی کوشش کی تھی — پھر کیا ہوا تھا — کسی نے گھاس تک نہیں ڈالی تھی ، ایک دو جگہ کام مل بھی گیا تو یار لوگوں نے وہاں بھی یہ خبر پہنچا دی تھی کہ جناب یہ تو سزا یافتہ ہے۔"

"ہاں ! یہ مصیبت تو خیر ہمارے ساتھ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے — ہماری زندگی بس اسی طرح گزرے گی۔"

"ایک طریقہ ہے — اور وہ یہ کہ ہم یہاں سے اس قدر دُور چلے جائیں کہ وہاں ہمیں کوئی نہ پہچانتا ہو — اور وہاں جا کر بھی ہم ملازمت کی کوشش نہ کریں — صرف اور صرف محنت مزدُوری کریں ، کیونکہ مُلازمتوں میں بھی یہی چکر ہے — پہلے کہاں کام کرتے رہے ہیں جی — وہاں کا لیٹر دکھائیں — اب ہم کیا بتائیں گے کہ کہاں کام کرتے رہے ہیں اور کس فرم کا لیٹر پیش کریں گے۔"

"محنت مزدُوری۔"

"ہاں محنت مزدُوری — اور یہ کام کرنا آسان کام نہیں ہے،

ایک طرف ہمارے لیے ہر قسم کا عیش و آرام ہے ، دُوسری طرف سخت ترین زندگی گزارنا ہو گی — آخر ہم ایسا کیوں کریں؟ سوال تو یہ ہے۔"

"ہاں واقعی — آخر ہم ایسا کیوں کریں؟"

"جیل نہ جانے کے لیے۔"

"وہ جو محنت مزدُوری کی زندگی ہو گی — وہ بھی تو جیل جتنی سخت ہو گی۔"

"ہاں ! جیل جتنی سخت ضرور ہو گی ، لیکن جیل جتنی تکلیف دہ ہرگز نہیں ہو گی ، کیونکہ ہم رات کو آزاد فضا میں سانس تو لیں گے — ہمیں یہ اطمینان تو ہو گا کہ ہم جہاں چاہیں ، جا سکتے ہیں — جو چاہیں کر سکتے ہیں ، جو چاہیں کھا پی سکتے ہیں — آج اگر طبیعت خراب ہے تو چھٹی کر سکتے ہیں — جیل میں یہ باتیں تو نہیں ہوں گی۔"

"ہوں ! خیر — ہم کن باتوں میں اُلجھ گئے — اگر کبھی ہم اس حد تک تنگ آئے تو اس بارے میں سوچ لیں گے ، فی الحال تو آج کے حکم ..."

اسی وقت قدموں کی آواز گونجی — اندرونی دروازہ کھلا اور پھر ایک لمبے قد کا آدمی اندر داخل ہوا — وہ سر سے لے کر پیر تک سیاہ لباس میں تھا — اس کے اندر داخل

ہوتے ہی وُہ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے:

"السلامُ علیکم سر۔"

"کتنی بار کہا ہے۔ مجھے اس طرح سلام نہ کیا کرو۔"

"اوہ! ہم پھر بھول گئے سر۔ گڈ مارننگ سر۔"

"تمہیں میرا ہر حکم سُن کر حیرت ہوتی ہے۔ ہوتی ہے نا۔"
باس نے ہنس کر کہا۔

"ہاں سر! ہوتی تو ہے۔"

"تو پھر آج بھی تم حیرت سے محفوظ نہیں رہو گے۔ میرا آج کا حکم یہ ہے کہ..."

اُس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ پیشانی پر بل پڑ گئے۔ جلدی سے اُٹھتے ہوئے اُس نے کہا:

"میں ابھی آیا۔"

یہ کہہ کر وُہ اُسی دروازے سے اندر چلا گیا۔

"شاید کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"گڑبڑ ہو گئی ہے یا باس کی طبیعت خراب ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ پیٹ میں گڑبڑ ہو۔ آخر باس بھی انسان تو ہیں نا۔"

"آج بھی کوئی عجیب حکم ہی ملے گا۔"

"وُہ تو ہمارا مقدر ہے۔ اس باس کے ساتھ ہم جب

تک رہیں گے، عجیب وغریب حکم ہی ملیں گے۔ سیدھے سادے کام لینا تو انھیں شاید آتا ہی نہیں۔"

اُسی وقت پھر قدموں کی آواز سُنائی دی۔ اور باس اندر داخل ہوا:

"ہاں! تو میں تم لوگوں کو آج کا حکم سُنا رہا تھا۔ تم پانچوں آج سیٹھ سالار چولی کے گھر سے ان کا سگریٹ لائٹر چرا کر لاؤ گے۔"

"جی۔ سگریٹ لائٹر۔"

"ہاں! صرف اور صرف سگریٹ لائٹر۔ وہ بھی چوری چھپے نہیں۔ باقاعدہ اسے بتا کر۔ یا اس سے چھین کر وہاں سے لوٹو گے۔ یہ نہیں کہ کہیں سگریٹ لائٹر پڑا ہو اور تم اٹھا لاؤ۔ اس طرح تو وہ یہ خیال کر لیں گے کہ سگریٹ لائٹر کہیں گم ہو گیا ہے، کہیں گر گیا ہے۔"

"کیا وُہ بہت زیادہ قیمتی سگریٹ لائٹر ہے باس؟"

"اس سے پہلے میں نے تمہارے ذریعے جو وارداتیں کرائی ہیں۔ ان میں اڑائی گئی چیزیں قیمتی تھیں گیا؟"

"نہیں باس۔ بالکل عام تھیں۔"

"بس تو پھر۔ یہ لائٹر بھی بالکل عام سا ہے۔"

"آخر اس قسم کی وارداتوں سے آپ کو کیا حاصل ہوتا ہے

باس؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ تمہارا کام ہے حکم ماننا اور میرا کام ہے حکم دینا۔ تم جو کام میرے لیے کرتے ہو۔ میں تمہیں اس کا معقول معاوضہ دیتا ہوں۔ دس دس ہزار روپے کوئی کم تنخواہ نہیں ہے۔ اور کام کیا لیتا ہوں، یہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔"

"اسی پر تو ہم حیران ہیں باس۔ ہر ماہ آپ ہمیں پچاس ہزار روپے دیتے ہیں۔ لیکن ہر ماہ چند سو روپے کی چیزیں بھی ہم چرا کر نہیں دیتے ہوں گے۔"

"میں نے کہا نا۔ تم اس بات کی فکر چھوڑ دو۔ ورنہ کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہ جاؤ گے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے باس۔ کل صبح ہم لائٹر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔"

"اور آج کی چیز؟" باس نے شاید مسکرا کر کہا۔

"اوہ ہاں سر۔ یہ رہا سر کریم کا تمباکو پینے کا پائپ۔"

ان میں سے ایک نے جیب سے پائپ نکال کر باس کے آگے رکھ دیا۔ باس نے اس کو اس طرح جھپٹ کر اٹھایا جیسے اگر وہ فوری طور پر نہ اٹھائے گا تو اس کے پر نکل آئیں گے اور پائپ کسی پرندے کی طرح اڑ جائے گا۔

چند سیکنڈ تک وہ پائپ کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کو جیب میں ڈالتے ہوئے بولا:

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ صبح ملاقات ہو گی۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جونہی وہ باہر نکلے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

"پائپ کے بعد سگریٹ لائٹر کی باری۔ کیا یہ بات سمجھ میں آئی۔"

"اس میں سمجھ میں آنے والی کون سی بات ہے کہ ہم کچھ سمجھ سکیں۔"

"اگر ہم چوری کرتے ہوئے پکڑے جائیں اور پولیس کو بیان دیں کہ ہم صرف سگریٹ لائٹر چرانے آئے تھے۔ تو کیا وہ یقین کر لیں گے۔"

"ہرگز نہیں کریں گے۔ پولیس تو یہی خیال کرے گی کہ ہم کوئی لمبا ہاتھ مارنے آئے تھے۔"

"ویسے میرا جی تو بہت چاہتا ہے۔ ایسے موقعوں پر کچھ قیمتی زیورات وغیرہ بھی پار کر دیا کروں۔"

"اس صورت میں صبح کے اخبارات میں تفصیل شائع ہو گی اور ہمیں باس کو جواب دینا پڑے گا، اس کی سب سے بڑی شرط ہی یہ ہے کہ جتنا کہا جائے، صرف اتنا

کرنا ہے — اس سے زیادہ ہرگز کچھ نہیں کرنا — ورنہ انجام بھیانک ہوگا۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں کہ چُپ چاپ احکامات پر عمل کرتے رہو — یا پھر یہ سب چھوڑ کر کہیں بہت دُور چلے جاؤ — جہاں ہمیں کوئی نہ پہچانے — اور وہاں محنت مزدوری کرنا شروع کر دو۔"

"اور تمام دن مزدوری کرکے چند روپے کماؤ — اور روکھی سوکھی کھاؤ۔"

"پھر وہی باتیں — آخر ان کا کوئی فائدہ ہے؟"

وہ سڑک پر لمبے لمبے ڈگ بھرتے رہے، پھر دُور کھڑی کار میں بیٹھ گئے — انھوں نے مڑ کر ایک نظر اس عمارت پر ڈالی — جس میں وہ ہر روز باس سے ملاقات کرتے تھے:

"ہم تو آج تک اس عمارت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے — نہ جانے یہ کس کی ہے — اصل مالک نے باس کو کرائے پر دے رکھی ہے یا کوئی اور چکر ہے۔"

"ہم کوئی پولیس انسپکٹر تو ہیں نہیں کہ پتا چلاتے پھریں۔"

اور پھر ان کی کار ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

○

"یار جمشید — تمھیں کچھ یاد بھی ہے۔" فون پر خان رحمان کی آواز سُنائی دی۔

"کیا — میں کبھی کوئی بات بھولتا ہوں کیا؟" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"اچھا تو پھر بتاؤ — آج رات کا کیا پروگرام ہے؟"

"سیٹھ سالار چولی کے ہاں دعوت میں شریک ہونا ہے۔"

"اوہ بہت خوب — مان گئے بھائی۔" خان رحمان خوش ہو کر بولے۔

"لیکن خان رحمان! اس میں مان جانے والی بھلا کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں کیوں؟" وہ جلدی سے بولے۔

"مطلب یہ کہ ہر بات ہر پروگرام تو نوٹ بُک پر لکھا ہوتا ہے۔"

"اوہ ہاں — واقعی — خیر میں آؤں — یا تم مجھے ساتھ لے لو گے۔" خان رحمان بولے۔

"جیسے تم کہو — پروفیسر صاحب کا کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی ان سے بات نہیں ہو سکی۔"

"یُوں تو مزا نہیں آئے گا — ان سے بھی بات کرنی چاہیے۔"

"تو پھر تم ان سے بات کر لو۔"

"اچھی بات ہے — میں ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے سلسلہ کاٹا ہی تھا کہ گھنٹی بجی — فوراً ہی پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی:

"ہیلو جمشید — یہ تم ہو؟"

"جی ہاں — ہاں تو میں ہی۔"

"ائیں ائیں — یہ کیا بات ہوئی بھلا۔"

"اگر کوئی بات نہیں ہوسکی تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"ارے — مذاق کے موڈ میں ہو گیا۔"

"جی — ایسی بھی کوئی بات نہیں — آپ آج سیٹھ سالار چولی کے ہاں جا رہے ہیں نا۔"

"نہیں جمشید — میں کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں اور ہاں — آج محمود، فاروق اور فرزانہ بھی تمھارے ساتھ نہیں جائیں گے۔"

"جی کیا مطلب — ان کی تیاریاں تو دیکھنے کے قابل ہیں۔"

"کوئی بات نہیں — ان کی تیاریاں ادھر کام آ جائیں گی۔"

"کیا مطلب — کیا آپ کے گھر میں بھی دعوت ہے آج؟"

"دعوت نہیں ہے، لیکن خطرہ ضرور ہے۔"

"جی کیا خطرہ — بھلا دعوت اور خطرے کا آپس میں کیا تعلق۔" انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے۔

"شاید چولی دامن کا ساتھ ہو گا۔" پروفیسر داؤد نے ہنس کر کہا —

"چولی دامن، ارے! آج تو ہم بالکل محمود، فاروق اور فرزانہ کے انداز میں باتیں کر رہے ہیں۔"

"ہاں — بس تم انھیں دعوت پر نہیں لے جاؤ گے — یہاں بھیج دو گے۔"

"گویا آپ کوئی سنگین خطرہ محسوس کر رہے ہیں — اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں بھی اس دعوت میں نہیں جاتا۔" انھوں نے فوراً کہا —

"ایسی بات نہیں ہے — میں تو احتیاطاً یہ چاہتا ہوں کہ وہ آج میرے ساتھ رہیں — دوسرے حفاظتی انتظامات سے میں پریشان ہوتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے — یونہی سہی، لیکن معاملہ الٹ ہو گیا — میں نے سوچا تھا کہ آپ کو دعوت میں ساتھ لے کر جائیں گے، لیکن آپ نے الٹا میرے ساتھی اپنی طرف کھینچ لیے۔"

"اسے کہتے ہیں طاقت — مجھ میں طاقت زیادہ ہوئی نا۔" وہ ہنسے۔

"جی ہاں! یہ تو ٹھیک ہے — اچھا، میں انھیں آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور خود خان رحمان کو ساتھ لے کر دعوت میں جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر بولے۔

اسی وقت محمود، فاروق اور فرزانہ بنے ٹھنے ان کے کمرے میں داخل ہوئے:

"چلیے ابّا جان! ہم بالکل تیار ہیں۔"

"بھئی مجھے بہت افسوس ہے۔"

"لیکن ابّا جان — کس بات کا افسوس ہے آپ کو — اور پھر یہ موسم کوئی افسوس کا موسم تو نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"لیجیے — آج افسوس کرنے کا بھی موسم ہونے لگا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"بھئی، موسم کا کیا ہے — کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے ہنس کر کہا۔

"بھئی پہلے میری بات تو سُن لو — تم لوگ سیٹھ سالار چولی کی دعوت میں نہیں جا رہے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"جی ہاں! بالکل جا رہے ہیں، یہ ساری تیاری اسی سلسلے میں تو کی ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اوہو! تم میرا مطلب نہیں سمجھے — تم وہاں نہیں جا سکتے۔" انھوں نے کہا۔

"تو کیا انھوں نے ہماری دعوت کینسل کر دی ہے؟" محمود دھک سے رہ گیا۔

"یہ بات بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"تمھیں پروفیسر صاحب کے ہاں جانا ہے — انھیں تمھاری ضرورت ہے۔"

"اوہو — اچھا — یہ تو اور مزے کی بات ہے۔"

"میں تمھارے انکل خان رحمان کے ساتھ سیٹھ سالار چولی کے ہاں جا رہا ہوں — کوئی خاص بات ہو تو فون کر دینا۔"

"اچھی بات ہے۔"

جلد ہی وہ مختلف راستوں پر اڑے جا رہے تھے — انسپکٹر جمشید پہلے خان رحمان کے گھر پہنچے — خان رحمان بالکل تیار کھڑے تھے — وہ جانتے تھے، انسپکٹر جمشید ایک منٹ بھی لیٹ نہیں پہنچنے والے — انھیں دیکھ کر وہ مسکرائے، پھر بولے:

"بچے نظر نہیں آ رہے۔"

انھوں نے ساری بات بتا دی — خان رحمان فکر مند ہو گئے:

"اگر وہ ایسا ہی کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں تو ہم بھی انھی کے ہاں چلتے ہیں، دعوت میں جانا اتنا بھی ضروری نہیں کہ پروفیسر داؤد خطرے میں ہوں اور ہم دعوت اڑائیں۔"

"اگر اتنا اہم معاملہ ہوتا تو پروفیسر داؤد ذرا بھی تکلف نہ کرتے اور ہمیں فوراً طلب کرتے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ سیٹھ سالار چولی ہر سال بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کیوں کرتے ہیں؟" خان رحمان نے کہا۔

"سیدھی سی بات ہے۔ بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات بنائے رکھنے کے لیے۔"

"اور زیادہ تر دعوت میں بڑے سرکاری افسر ہوتے ہیں، غیر سرکاری بڑے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں۔"

"سرکاری محکموں میں اپنے کام نکالنے کے لیے۔ اور کیا۔"

"پتا نہیں جمشید۔ کیا بات ہے۔ یہ سالار صاحب مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔"

"تب پھر تم ان کے دوست کیوں ہو؟"

"ایک پارٹی میں کسی نے تعارف کرا دیا تھا۔ بس اس وقت سے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے۔ کوئی تقریب ہو مجھے ضرور بلاتے ہیں۔ اور میرے ہاں کوئی تقریب ہو تو بن بلائے پہنچ جاتے ہیں۔ اور آ کر کہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ آپ مجھے کارڈ بھجوانا بھول گئے ہوں گے۔ ہے کوئی تک۔"

"لو ہم پہنچ گئے۔ چھوڑو اس بات کو۔ ہر انسان کی اپنی اپنی طبیعت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ سالار صاحب لالچی سے آدمی ہوں۔ آج میں ان کا جائزہ لے کر تمھیں بتا

دوں گا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے۔ سیٹھ سالار نے ان کا استقبال کیا۔ اسی وقت ایک ملازم نے آ کر بتایا۔ کہ انسپکٹر جمشید کا فون ہے۔ وہ فوراً فون کی طرف لپکے۔ دوسری طرف سے ان کے آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہے تھے:

"جمشید! فوراً میرے پاس پہنچ جاؤ۔"

وہ کہاں ہیں

"یہ عجیب بات ہوئی ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کہاں — کون سی — کب؟" محمود چونکا۔

"کیا نیند میں ہو؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"ن — نہیں تو — یہ تم سے کس نے کہ دیا؟"

"بات تو اسی انداز میں کی ہے تم نے — جیسے سوئے ہوئے ہو — ویسے ایسی حالت میں کار نہیں چلانی چاہیے — لاؤ کار میں چلا لیتا ہوں۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"نیک مشورہ ہے۔" فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

"اوہو — بھئی — میں نیند میں نہیں ہوں — آخر وہ کون سی عجیب بات ہے — جو ہو گئی ہے۔" محمود مسکرایا۔

"یہ کہ — ہمیں جانا تو سالار چولی ..." فاروق کہتے کہتے رک گیا —

"خیریت — رک کس لیے گئے؟" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"لفظ چولی کی وجہ سے — بھئی یہ کیا نام ہوا — سالار چولی۔" فاروق بڑبڑایا۔

"بھئی چولی ذات ہو گی — جیسے شیخ — آرائیں — پٹھان — گردیزی وغیرہ۔" محمود نے کہا۔

"لیکن نہ جانے کیا بات ہے — چولی کے لفظ کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ہل چل سی مچ جاتی ہے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"شاید اس لیے کہ ہمارا اور اس لفظ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" فرزانہ نے شوخ آواز میں کہا۔

"اوہ ہاں واقعی — بالکل یہی بات ہے — خیر — تم کیا کہ رہے تھے۔"

"ہمیں جانا تو سالار چولی کی طرف تھا اور جا رہے ہیں پروفیسر انکل کی طرف۔"

"کیا کیا جائے — مجبوری ہے — انکل کو خطرے میں تنہا تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔" فرزانہ مسکرائی —

"ہائیں کیا کہا۔" محمود اور فاروق چونکے۔

"خبردار! پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا — تعاقب کرنے والے

کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ہمیں تعاقب کا پتا چل گیا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہوں ! اچھی بات ہے۔" محمود نے سر ہلایا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارا تعاقب کیوں ہو رہا ہے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے — کوئی پرانے دشمن ہوں — اور دشمنی نکالنے کے چکر میں ہوں۔" فرزانہ بولی۔

"لیکن زیادہ امکان اس بات کا ہے، یہ تعاقب پروفیسر انکل کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اور یہ بہت خطرناک بات ہوگی — پروفیسر انکل کا کہنا تو یہ ہے کہ وہ بس ذرا خطرہ سا محسوس کر رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے — ان کا خیال غلط ہو — یا پھر ان سے اندازہ لگانے میں غلطی ہوئی ہو — اور خطرہ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہو — جتنا کہ انھوں نے خیال کیا ہو۔"

"تب پھر یہ اچھا ہو گیا — کہ انھوں نے ہمیں بلا لیا۔"

"میں تو کہتی ہوں — ابا جان کو بھی ادھر ہی بلا لیتے ہیں۔" فرزانہ نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"ابھی نہیں — ہو سکتا ہے — یہ تعاقب پروفیسر انکل کے سلسلے میں نہ ہو۔"

"ہاں ! ٹھیک ہے — دیکھا جائے گا — ضرورت کے مطابق انھیں بھی فون کر دیں گے۔"

محمود نے رفتار تیز کر دی — پچھلی کار کی رفتار بھی اسی حساب سے تیز ہو گئی — کچھ دیر بعد محمود نے رفتار کم کر دی — تعاقب میں آنے والی کار کی رفتار کم ہو گئی —

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ کار تعاقب میں ہے — اب ذرا یہ بھی جائزہ لے ہی لو کہ اس میں کتنے آدمی ہیں؟"

فاروق نے بیک ویو آئینے پر نظریں جما دیں — اور پھر اس نے کہا :

"کار میں پانچ آدمی ہیں — پانچوں غنڈہ صورت ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

آخر محمود تجربہ گاہ میں داخل ہو گیا — تعاقب کرنے والی کار آگے نکل گئی — وہ ایک سرخ رنگ کی بڑی سی کار تھی، نمبر وغیرہ کو وہ نہ دیکھ سکے — تجربہ گاہ میں موت کا سناٹا تھا — انھوں نے گھنٹی بجائی، لیکن کوئی دروازہ کھولنے نہ آیا — آخر وہ خود ہی آگے بڑھے — پوری تجربہ گاہ خالی پڑی تھی — نہ پروفیسر کے کوئی اسسٹنٹ نظر آئے — نہ شائستہ — آخر وہ پروفیسر داؤد کے کمرے میں داخل ہوئے — اب تو ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا — پروفیسر اندر

کام میں مصروف تھے اور اس طرح مگن تھے کہ ان کے اندر داخل ہونے کا بھی انہیں پتا نہ چلا :

"اسلام علیکم انکل۔"

وہ زور سے اچھلے اور پھر حیران ہو کر بولے :

"محمود ۔ فاروق ۔ فرزانہ ۔ تم ۔ بھئی تم کس طرح آ گئے ۔"

"جی ! کیا فرمایا ۔ ہم کس طرح آ گئے ۔" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی ۔

"ہاں ! میں نے یہی پوچھا ہے ۔"

"اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہم کار میں آئے ہیں ، دوسرا یہ ہے کہ آپ کے بلانے پر آئے ہیں ۔" محمود نے جلدی جلدی کہا ۔

"میں نے بلایا تھا ۔ تم لوگوں کو ۔ نہیں تو ۔" اس بار ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی ۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے فون پر ابا جان سے بات نہیں کی تھی ۔"

"نہیں ۔ بالکل نہیں ۔"

"یہ کیا بات ہوئی ۔ پھر بات کرنے والے کون صاحب تھے ۔" فرزانہ بڑبڑائی ۔

"تم مجھے ساری بات بتاؤ ، پھر کچھ اندازہ ہو گا ۔"

"ہمارا پروگرام سیٹھ سالار چولی کے ہاں جانے کا تھا ۔ آج ان کے ہاں دعوت دی جا رہی ہے ۔ ہم ابھی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپ کی طرف سے فون موصول ہوا کہ آپ خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور یہ کہ ہم تینوں کو ادھر بھیج دیا جائے ؛ چنانچہ ہمیں ادھر بھیج دیا گیا ، لیکن اب آپ کہ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں بلایا ہی نہیں ۔"

"ہاں ! یہ ٹھیک ہے ۔ میں نے نہیں بلایا ۔ اور نہ مجھے یہاں کوئی خطرہ محسوس ہو رہا ہے ۔"

"تب پھر باقی سب لوگ کہاں ہیں ؟"

"آج ان کا چھٹی کا دن ہے ۔ وہ شائستہ کو بھی گھمانے لے گئے ہیں ۔"

"اور آپ دروازے کھول کر بیٹھے ہیں ۔"

"میں نے کہا نا ۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ۔ [illegible] نگران عملہ تو موجود ہے ۔" وہ بولے ۔

"آپ کو یہ سن کر شاید حیرت ہو گی [illegible] اس وقت باہر نگران عملہ بھی نہیں ہے ۔"

"ارے ۔ کمال ہے ۔" ان [illegible] دوڑ گیا ۔

"ایک اور بات بھی بتا دوں ۔" محمود بولا ۔

"وہ کیا؟"

"ہم جب اِدھر آ رہے تھے تو ہمارا تعاقب کیا گیا۔"

"نن — نہیں۔" وہ چلّائے۔

"اور اس کار میں پانچ آدمی تھے۔"

"یہ کیا چکر ہے — تم جہاں جاتے ہو — چکر ساتھ لے جاتے ہو۔"

"کیا کیا جائے — چکروں کا اور ہمارا تو چولی دامن کا ساتھ ہے انکل۔" فاروق مسکرایا۔

"تب پھر ہمیں ان پانچوں سے مقابلے کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔" پروفیسر بولے۔

"بالکل ٹھیک۔"

وہ تیاریوں میں مصروف ہو گئے — آدھ گھنٹا گزر گیا، لیکن کسی نے تجربہ گاہ کا رُخ نہ کیا :

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" محمود نے اُلجھن کے عالم میں کہا —

"کک — کون سی بات — یہاں تو کوئی بات بھی نہیں ہو رہی۔" پروفیسر داؤد چونکے۔

"میں بتاتا ہوں — اگر کوئی آواز بدل کر بولنے کی کوشش کرے تو ابّا جان فوراً جان جاتے ہیں، لیکن فون

کرنے والے کی آواز پر نقلی آواز کا گمان انھیں کیوں نہیں ہوا۔"

"یہ تو واقعی بہت عجیب بات ہے۔"

"ان عجیب باتوں پر کیا حیران ہونا — دن رات ہمارا واسطہ عجیب باتوں سے ہی تو پڑتا رہتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اب صرف اور صرف یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ فون پر بات کرنے والا آواز بدلنے میں اس قدر ماہر تھا کہ ابّا جان کو پتا نہ چل سکا — اور دوسری بات یہ کہ شاید وہ توجہ نہ دے سکے۔"

"گویا بات یہ طے ہوئی کہ کسی نے انکل کی آواز میں ابّا جان سے بات کی تھی — اور ہمیں یہاں بُلایا تھا — جب کہ انکل کو یہاں کسی خطرے کا کوئی پتا نہیں، یہ تو یہاں اس طرح بے فکر بیٹھے ہیں جیسے کوئی عام آدمی اپنے گھر کے دروازے کھول کر بیٹھتا ہے۔"

"بھئی اب کیا کروں — قیدیوں جیسی زندگی تو مجھے پسند نہیں۔"

"دوسری طرف ہمارا تعاقب بھی کیا گیا — اس کا مطلب ہے — دشمنوں کا کوئی نہ کوئی پروگرام ہے ضرور — پروگرام کیا ہے — یہ معلوم کرنا ہو گا۔"

"کک... کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری توجہ سیٹھ سالار چولی کی دعوت کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کی گئی ہو۔"

"لیکن وہاں تو ابّا جان چلے گئے ہیں۔"

"اب دشمنوں کو یہ تو پتا نہیں تھا کہ صرف ہمیں ادھر بھیج دیا جائے گا۔"

"نقلی پروفیسر کے الفاظ یاد کرو۔ اس نے خود یہ کہا تھا کہ ہم تینوں کو بھیج دیا جائے۔"

"اور انھوں نے اندازہ قائم کیا ہو گا کہ صرف ہمیں نہیں بھیجا جائے گا۔ خطرے کا سن کر ہو سکتا ہے وہ خود بھی ادھر ہی آ جائیں گے، لیکن ایسا ہوا نہیں۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ ابّا جان وہاں نپٹ لیں گے۔"

"انھیں فون کرنا ضروری ہے [illegible] پھر جلدی جلدی سیٹھ سالار چولی کے نمبر ملانے لگا:

"ہیلو... کون صاحب ہیں ادھر [illegible]"

"[illegible] محمود [illegible] انسپکٹر [illegible]"

انھیں بلا دیں۔"

"وہ ابھی ابھی گئے ہیں۔"

"کیا... کہاں؟"

"کسی کا فون آیا تھا۔ سنتے ہی چلے گئے۔"

"اوہ۔ اچھا۔ یہاں خان رحمان ہوں گے۔ انھیں فون پر بلا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

ایک منٹ بعد خان رحمان کی آواز سنائی دی:

"ہیلو محمود۔ ادھر خیریت تو ہے؟"

"جی ہاں بالکل۔ لیکن ابّا جان کہاں گئے ہیں؟"

"ابّا جان۔ اوہ، تمھارا مطلب ہے۔ انسپکٹر جمشید۔ آئی جی صاحب کا فون آیا تھا۔ کوئی خاص مسئلہ پیش آ گیا ہے، وہ فوراً ان کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔"

"اچھا تو پھر ہم آ رہے ہیں۔ ویسے آپ ذرا آئی جی صاحب کو فون کر کے معلوم تو کر لیں۔ کیا انھوں نے واقعی ابّا جان کو بلایا ہے۔"

"کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی۔ بلایا ہے۔ تبھی تو گئے ہیں۔"

"یہ بات نہیں انکل۔ ہمیں بھی پروفیسر انکل نے نہیں بلایا تھا۔" محمود نے بتایا۔

"کیا بات کرتے ہو بھئی۔ پروفیسر صاحب نے خود ہی تو یہ بات کی تھی کہ وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ اسی

یے تم تینوں کو اُدھر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا اور ہم اِدھر آ
گئے ، لیکن جونہی ہم اِدھر پہنچے – آئی جی صاحب کا فون
آگیا ، انھوں نے بھی پہلے گھر فون کیا تھا – بھابی صاحبہ
نے انھیں بتایا کہ وُہ تو سیٹھ سالار چولی کے ہاں گئے ہوئے
ہیں ، پھر انھوں نے اِدھر فون کیا اور وُہ چلے گئے – میری
فون پر بھابی صاحبہ سے بات ہوئی ہے۔"

"اِسی لیے تو ہم کہ رہے ہیں کہ آپ اُدھر سے پتا کر
لیں – خیر آپ رہنے دیں – ہم پتا کر لیتے ہیں۔"

"پہلے مجھے بتا دو – بات کیا ہے؟"

"پروفیسر انکل سے ہماری مُلاقات ہو چکی ہے – ان کا کہنا
ہے کہ نہ تو انھوں نے آپ لوگوں کو کیا ، نہ وہ خطرے میں
ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہائیں ! یہ کیا بات ہوئی بھلا۔" انھوں نے بوکھلا کر کہا۔

"ایک منٹ انکل – ہم ابھی آپ کو بتاتے ہیں ، پہلے
شیخ صاحب کو فون کر لیں۔"

یہ کہ کر محمود نے دُوسرے سیٹ پر آئی جی صاحب کے
نمبر ملائے – فوراً ہی ان کی آواز سُنائی دی :

"السلامُ علیکم انکل – آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ابا
جان کو فون کیا تھا؟"

"م – میں نے – نہیں تو۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہ ! تب تو ضرور کوئی گڑ بڑ ہونے والی ہے۔"

"کک – کیا مطلب – کہاں ہے گڑبڑ۔" آئی جی فوراً بولے۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا – آپ کو مختصر طور پر بتاتا ہوں۔"

یہ کہ کر اس نے اپنے بلائے جانے اور انسپکٹر جمشید کے
بلائے جانے کے بارے میں بتا دیا –

"یہ – یہ کیا چکر ہے – یہ انسپکٹر جمشید نے جعلی آوازوں سے
دھوکا کب سے کھانا شروع کر دیا۔"

"شش – شاید آج سے ہی۔"

"جونہی کوئی بات معلوم ہو ، مجھے بتانا – میں وائرلیس سیٹ
پر معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔" انھوں
نے کہا –

"جی بہتر۔" محمود بولا – اب اس نے خان رحمان کو فون پر
اطلاع دی :

"لیجیے انکل – چکر شروع ہو گیا – آئی جی صاحب نے
بھی ابا جان کو نہیں بلایا تھا۔"

"ہائیں ! یہ کیا ہو رہا ہے – اب انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔"

"آپ کے پاس سے تو آئی جی صاحب کے ہاں گئے
ہیں – اب تو ان کا فون آنے پر ہی کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

"مم — میں شدید گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہمارا بھی یہی حال ہے۔"

"تو پھر تم — پروفیسر صاحب کو ساتھ لے کر یہاں آ جاؤ — یا میں وہاں آ جاتا ہوں۔"

"ہمارا وہاں آنا زیادہ مناسب ہے — وہ اس لیے کہ شاید یہ سارا چکر اس لیے چلایا گیا ہے کہ ہم لوگ سیٹھ سالار چولی کی دعوت میں شرکت نہ کر سکیں۔"

"لیکن اس میں کسی کا کیا نقصان ہے۔"

"یہ تو سالار چولی بتائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" خان رحمان چونکے۔

مطلب یہ کہ یہ تو وہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی چکر تو نہیں ہے — وہ کسی الجھن میں تو مبتلا نہیں ہیں — ان کی دعوت کے دوران کچھ ہونے والا تو نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر — تم پہلے یہاں آ جاؤ — پھر ہم ان سے بات کریں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" محمود نے کہا۔

انھوں نے پروفیسر داؤد کو ساتھ لیا اور تجربہ گاہ سے باہر نکلے — ایسے میں فرزانہ چونکی :

"محمود ٹھہرو! کہیں ہم سے کوئی زبردست بے وقوفی تو سرزد نہیں ہونے والی۔"

"اس کا کیا ہے — اکثر ہی آ رہتی ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اس میں خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"کک — کس میں؟" فاروق گڑبڑا گیا۔

"اس میں کہ ہم سے اکثر بے وقوفی سرزد ہوتی رہتی ہے، یہ تو افسوس کی بات ہے۔"

"اچھا تو میں افسوس شروع کر دیتا ہوں۔" فاروق نے کہا اور منہ لٹکا دیا۔

"بس بس رہنے دو — اس وقت پوری توجہ کیس پر دینی چاہیے — نہ جانے مجرم کیا چکر چلانے کے چکر میں ہے۔" محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بھئی واہ — کیا جملہ بولا ہے — نہ جانے مجرم کیا چکر چلانے کے چکر میں ہے۔"

"اب جملوں پر شروع ہو گئے — ہاں تو فرزانہ تم کیا کہ رہی تھیں۔"

"فی الحال تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ فاروق کی وجہ سے

ہمارا کتنا وقت برباد ہوتا ہے۔"

"یہ حساب فرصت کے وقت لگا لینا — اس وقت وہ بات کرو — جو تمہیں سوجھی ہے۔"

"میں یہ سوچ رہی ہوں — کہیں یہ سارا چکر تجربہ گاہ کو اڑانے کے لیے تو نہیں کیا جا رہا — اور جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو وہ دندناتے ہوئے اندر آ جائیں گے اور شروع کر دیں گے اپنا کام — پہلے تو آپ یہ بتائیں انکل کہ تجربہ گاہ میں اس وقت کوئی ایسی ایجاد تو نہیں ہے — جس کے اڑائے جانے کا چکر چلایا جا سکے؟"

"میں نے اب اپنی تجربہ گاہ میں اہم ایجادات رکھنا چھوڑ دی ہیں — تم فکر نہ کرو — تجربہ گاہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، ابھی ابھی تو تجربہ گاہ دوبارہ تیار ہوئی ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔"

اور وہ روانہ ہو گئے — خان رحمان باہر ہی مل گئے — غالباً وہ ان کے انتظار میں کوٹھی سے نکل آئے تھے —

"آپ نے کوئی بات محسوس کی — یا کسی سے کچھ پوچھا؟"

"نہیں — میں نے نہ تو کسی سے کچھ پوچھا — نہ محسوس کرنے کی کوشش کی — یہ کام تو دراصل تم لوگوں کا ہے، میرا نہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں — اس وقت ضرورت ہے اس بات

کی کہ سیٹھ سالار چولی کو علٰحدہ بلا کر بات کی جائے۔"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں — آؤ۔"

خان رحمان انھیں کوٹھی کے اندر باغ میں لے گئے اور انھیں ایک کونے میں بٹھا کر خود سیٹھ سالار چولی کو بلانے چلے گئے — ایسے میں محمود بولا:

"میں کچھ الجھن محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہمارا بھی یہی حال ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اللہ مالک ہے — الجھنیں محسوس کرنا تو ہمارا اب روز کا کام بن گیا ہے۔"

جلد ہی انھوں نے سیٹھ سالار چولی کو اس سمت میں آتے دیکھا — خان رحمان ان کے ساتھ تھے — وہ پہلے بھی سیٹھ سالار چولی سے کئی بار مل چکے تھے — اس لیے تعارف کی ضرورت نہیں تھی —

"یہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں — کچھ پوچھنا چاہتے ہیں — اس لیے میں آپ کو اس طرف لایا ہوں۔"

"لیکن — اس وقت — میں بہت مصروف ہوں۔" انھوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ کچھ گڑبڑ محسوس کر رہے ہیں — ایسا نہ ہو کہ بعد میں افسوس ہو آپ کو کہ آپ نے ان کی بات کیوں نہ

سُن لی۔"

"ہُوں اچھا — بتایئے کیا بات ہے؟"

"ہم لوگوں کی یہاں دعوت تھی — آنے کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ پروفیسر داؤد کا فون ملا — وہ ہم تینوں کو بلانا چاہتے تھے — فون پر انھوں نے بتایا کہ وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس بات کا مجھ سے کیا تعلق؟" انھوں نے منہ بنایا۔

"آپ پہلے پوری بات تو سُن لیں — ہمیں وہاں بھیجا گیا، لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو انھوں نے بتایا کہ انھوں نے فون نہیں کیا — اس کا مطلب ہے — فون کسی غلط آدمی نے کیا تھا۔"

"اچھا تو پھر؟" سیٹھ صاحب بولے۔

"ہم نے فوراً اِدھر فون کیا — تاکہ ابّا جان کو بتائیں — اِدھر سے انکل خان رحمان نے بتایا کہ انھیں آئی جی صاحب نے فون کرکے یہاں سے بُلا لیا ہے — ہم نے فوراً آئی جی صاحب کو فون کیا — انھوں نے بتایا کہ انھوں نے ہرگز فون کرکے انسپکٹر جمشید کو نہیں بلایا۔"

"کیا مطلب؟" وہ اُچھلے۔

"جی ہاں! ان حالات میں ہم فوراً ادھر آئے ہیں۔"

"لیکن کیوں — ان باتوں کا مجھ سے کیا تعلق؟"

"ابھی تک آپ تعلق نہیں سمجھ سکے؟" محمود کے لہجے میں حیرت در آئی —

"تعلق — کچھ ہو تو سمجھوں نا؟" انھوں نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر سنیے — کوئی نا معلوم آدمی ہمیں یہاں سے دُور رکھنے کی کوشش میں ہے — آپ بتایئے — اس دعوت میں کسی قسم کی گڑبڑ کا تو کوئی امکان نہیں؟"

"نہیں — کوئی امکان نہیں — یہاں حالات بالکل پُر سکون ہیں — میری نہ تو کسی سے کوئی دشمنی ہے اور نہ کوئی جھگڑا — پھر کوئی یہاں کیوں گڑبڑ کرے گا بھلا؟"

"اس کا مطلب ہے — آپ کو ہماری کوئی ضرورت نہیں؟" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ دعوت میں شریک ہوں — کسی چکر میں نہ پڑیں۔"

"اچھی بات ہے — یُونہی سہی — ہم نے آپ کو بلاوجہ زحمت دی۔"

سیٹھ سالار چولی بُرے بُرے منہ بناتے وہاں سے چلے گئے:

"شاید آپ سے اب ان کے دوستانہ تعلقات اچھے نہیں ہیں۔"

"ہاں! پتا نہیں — یہ کچھ اکھڑے اکھڑے سے ہیں۔"

"اگر بات یہ ہے تو پھر ہم دعوت میں شرکت کر کے کیا کریں گے — چل کر ابا جان کا پتا کرتے ہیں۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

"لیکن پھر انھوں نے ہمیں بلایا کیوں تھا۔" فرزانہ نے جلا کر کہا۔

"معمول کے مطابق بلا لیا ہو گا — آؤ چلیں۔"

وہ کوٹھی سے باہر نکل آئے — کسی نے ان سے پوچھنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کی کہ وہ باہر کہاں اور کیوں جا رہے ہیں:

"میں اب اس کی دعوت میں کبھی نہیں آؤں گا۔" پروفیسر داؤد نے بھناتے ہوتے انداز میں کہا۔

"میرا دل کہتا ہے — یہاں کچھ ہونے والا ضرور ہے۔"

"تو پھر کیا ان حالات میں ہمارا یہاں سے چلے جانا مناسب ہو گا۔"

"اب تو خیر ہم رک بھی نہیں سکتے — چلے جو آئے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"پہلے تو انسپکٹر جمشید کا پتا کرنا چاہیے۔"

انھوں نے کار میں رکھے وائرلیس پر آئی جی صاحب سے رابطہ قائم کیا:

"ہیلو انکل — ابا جان پہنچے یا نہیں؟"

"نن — نہیں — کیا وہ واپس بھی نہیں پہنچے؟"

"جی — جی نہیں۔" محمود کی آواز کانپ گئی۔

"اس کا مطلب ہے — کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے — فوراً سیٹھ سالار کی کوٹھی سے لے کر میرے دفتر تک کا راستا چیک کرو۔" آئی جی صاحب بولے۔

"ہم ادھر سے روانہ ہو رہے ہیں — آپ ادھر سے کچھ لوگوں کو روانہ کر دیں — تاکہ یہ چیکنگ جلد مکمل ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے — میں فوراً ایک گاڑی روانہ کر رہا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

ان کی پریشانی یک دم بڑھ گئی — وہ تیزی سے روانہ ہوئے اور آخر آئی جی صاحب کی بھیجی ہوئی گاڑی ان سے آملی:

"اس کا مطلب ہے — راستے میں ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"نہیں — ایسا معلوم ہوتا ہے — کہ کسی نے ان کا تعاقب کیا اور پھر الٹا اس کے تعاقب میں نکل گئے۔" خان رحمان بڑبڑانے کے انداز میں بولے۔

"نہیں انکل — وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے — وہ ہر حال میں پہلے شیخ صاحب کے پاس پہنچتے — پھر تعاقب کرنے والے سے نبٹتے۔" محمود نے کہا۔

"ہُوں! تب پھر — وہ کہاں ہیں؟"

"یہ تو وُہی بتا سکتے ہیں۔"

انھوں نے اس سڑک کا ایک بار پھر غور سے جائزہ لیا، لیکن کوئی سُراغ نہ ملا — آخر تھک ہار کر وُہ گھر پہنچ گئے، اسی وقت فون کی گھنٹی بجی —

وُہ آواز

انسپکٹر جمشید بہت تیزی سے سیٹھ سالار چولی کے ہاں سے رُخصت ہوئے تھے، کیونکہ آئی جی صاحب کی آواز سے بہت پریشانی جھلک رہی تھی — وہ اندھا دھند اڑے جا رہے تھے کہ اچانک انھیں اپنی کار میں خطرے کا احساس ہوا — کار کو آہستہ کرتے ہوئے انھوں نے سڑک سے نیچے اتار لیا اور پھر کار رک گئی — انھوں نے جلدی جلدی کار کو چیک کیا — ان کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کار میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے، لیکن چیکنگ کے باوجود وہ یہ نہ جان سکے کہ گڑبڑ کہاں ہے — اور کس قسم کی ہے — انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، گاڑی کو لاک کیا اور ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی پکڑ لی — دوسرے لمحے وُہ ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے اور ٹیکسی ہوا سے باتیں کر رہی تھی — عین اس وقت انھوں نے اپنے دماغ میں ایک جھٹکا سا لگتے محسوس کیا — یُوں

لگا جیسے ان کے دماغ میں ایک دھماکا ہوا ہو — ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے — انھوں نے ڈرائیور کو گھور کر دیکھا — کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے، لیکن نہ تو ہونٹ کھل سکے اور نہ آواز نکل سکی — وہ بہت حیران ہوئے کہ یہ انھیں ہو کیا رہا ہے — ایسے میں انھوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا، لیکن یہ بھی ممکن نہ ہو سکا — ان کی نظر بیک ویو آئینے پر پڑی — یہ دیکھ کر ان کی حیرت اور بھی بڑھ گئی کہ ان کی کار بھی ان کے پیچھے چلی آ رہی تھی — کوئی شخص اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا —

"کیا مجھے اغوا کیا جا رہا ہے، لیکن کیوں" انھوں نے خود سے سوال کیا —

ان کا ذہن انھیں کوئی جواب نہ دے سکا — وہ جاگ رہے تھے — ہوش میں تھے — سوچ بھی سکتے تھے، لیکن ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتے تھے —

"انسپکٹر جمشید — شاید آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں کس چکر میں پڑ گیا — یا پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ میں کون ہوں — اور کیا چاہتا ہوں — آپ کے ذہن میں ابھرنے والے سوالات کے جوابات دیے جائیں گے، لیکن مناسب

وقت پر"

ڈرائیور کے منہ سے نکلنے والی آواز سن کر انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے — یہ آواز ان کی اپنی تھی — اور اس آواز کو کوئی شخص بھی نقلی آواز نہیں کر سکتا تھا — اب انھیں یاد آیا — انھیں آئی جی صاحب کی آواز میں فون کیا گیا تھا، حالانکہ وہ آئی جی صاحب کا فون نہیں تھا — پھر یاد آیا — انھیں پروفیسر داؤد کی آواز میں فون کیا گیا تھا — اُف مالک — یہ سب کیا ہے — اور یہ مجھے ہو کیا گیا ہے —

وہ سوچنے کے سوا کچھ نہ کر سکے — ٹیکسی آدھ گھنٹے تک چلتی رہی — پھر شہر سے باہر جنگل میں بنے ایک مکان کے سامنے رک گئی — یہ مکان ناریل کے اونچے درختوں کے درمیان گھرا ہوا تھا — اور سڑک کی طرف سے ہرگز نہیں دیکھا جا سکتا تھا —

ٹیکسی کا دروازہ کھلا اور انھیں باہر گھسیٹ لیا گیا — وہ اس طرح ٹیکسی سے نکل آئے، جیسے کسی ننھے بچے کو کھینچ لیا گیا ہو — اور پھر دو آدمی انھیں ایک ایک بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مکان کے اندر لے گئے، اس طرح ان کے جسم پر کس قدر رگڑیں لگیں اور خراشیں آئیں، یہ کچھ وہی جانتے تھے، لیکن اس وقت تو وہ منہ سے کچھ بولنے

کے قابل بھی نہیں رہے تھے ۔

انھیں ایک کمرے میں لٹا دیا گیا ۔ ان کی کار کو بھی جنگل تک لایا گیا تھا ۔ کار کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ، انھیں کچھ معلوم نہیں تھا ۔ کم از کم اتنا تھا کہ وہ سوچ سکتے تھے ۔ آنکھوں کو اِدھر اُدھر گھما سکتے تھے اور بس ۔ انھوں نے جہاں تک کمرے کا جائزہ لے سکتے تھے ، لیا اور سوچ میں ڈوب گئے ۔ ٹیکسی ڈرائیور کے منہ سے بالکل اپنی آواز نکلتے سن کر وہ سمجھ گئے تھے کہ محمود ، فاروق اور فرزانہ کو بھی پروفیسر داؤد نے نہیں بلوایا تھا ۔ جس طرح انھیں آئی جی صاحب نے نہیں بلایا تھا ۔ گویا دشمن صرف اور صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگ سیٹھ سالار چولی کی دعوت میں کسی قیمت پر شرکت نہ کریں اور بس ۔ اور اس مقصد میں شاید وہ کامیاب ہو گیا تھا ، لیکن سوال یہ تھا کہ وہ سیٹھ سالار چولی کے ہاں کرنا کیا چاہتا ہے ۔ اس سوال نے انھیں اور پریشان کر دیا ۔ سیٹھ سالار چولی بڑا آدمی تھا ۔ [illegible] کے تحفظات تمام بڑے بڑے [illegible] تھے ۔ ان کے ہاں کسی گڑبڑ کا مطلب ملک کو نقصان کے سلسلے میں بھی ہو سکتا تھا ۔ اور وہ بالکل بے بس ہو کر رہ گئے تھے ۔

وہ فرش پر لیٹے سوچتے رہے ، ان کا خیال تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ٹھیک ہو جائیں گے اور جونہی وہ ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہوئے ۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ لیں گے ، لیکن ان کا یہ خیال بھی غلط نکلا ۔ ان کے جسم میں کوئی طاقت آتی محسوس نہ ہوئی ۔ ہاتھ پیر اسی طرح بے جان رہے ۔ ان پر وار کرنے والے انھیں جس کمرے میں لٹا گئے تھے ، اس کا دروازہ بھی بند نہیں کیا گیا تھا ۔ گویا وہ جانتے تھے ۔ انسپکٹر جمشید فرار نہیں ہو سکتے ۔ انھوں نے سوچا ۔ کیا میں کھسک سکتا ہوں ۔ اگر میں کھسک کر کمرے سے باہر نکل جاؤں ۔ یا عمارت سے باہر نکل جاؤں تو شاید میں درست ہو جاؤں ۔ اس خیال کے آتے ہی انھوں نے رینگنے کی کوشش کی ، لیکن وہ رینگ بھی نہ سکے ۔ آنکھوں کے علاوہ وہ کسی چیز کو حرکت دینے کی پوزیشن میں نہیں رہے تھے ۔

انھیں لیٹے چار گھنٹے گزر گئے ، یہ ان کی زندگی کے بور ترین چار گھنٹے تھے ۔ وہ تو کسی وقت بھی بیکار بیٹھنے والے نہیں تھے ، لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے ۔

اچانک قدموں کی آواز سنائی دی ۔ انھوں نے نظریں گھمائیں ۔ وہی ٹیکسی ڈرائیور چلا آ رہا تھا ۔ ان کے قریب

رک کر وہ مسکرایا اور بولا :

"انسپکٹر جمشید ! میں نے آپ کو چار گھنٹے تک آرام کرنے اور سوچنے کا موقع دیا ہے — آپ [illegible] میں ایسا سنہری موقع مشکل سے ہی آیا ہو گا — اور آپ نے شکر کا کلمہ پڑھا ہو گا — کیوں ٹھیک ہے نا — ارے مگر آپ بول کہاں سکتے ہیں — پروفیسر داؤد کا بھی کوئی جواب نہیں ، ہمیں کیا چیز تیار کر کے دی ہے انھوں نے — آپ کو شاید معلوم تک نہ ہو — اب تو وہ بھی ہمارے لیے کام کر رہے ہیں — اور اپنی خوشی سے کر رہے ہیں — ہمیں ان کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کرنا پڑی"۔

انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں سوال اُبھرا :

"آپ چاہتے کیا ہیں ؟"

"میں" وہ ہنسا ، پھر بولا :

"میں جو چاہتا ہوں نا انسپکٹر جمشید — وہ بتاؤں گا نہیں — بلکہ کر گزروں گا — اور تم آخر تک اندازہ نہیں لگا سکو گے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں — بس یہی میری جیت ہے۔ دوسری بات ، تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ آخر میں کون ہوں — میں یہ بھی نہیں بتاؤں گا — تم کوشش کر کے مجھے پہچان جاؤ — یہ اور بات ہے — لیکن اس میں کامیاب ہونا

بھی تمھارے لیے ممکن نہیں — بس تم یوں سمجھ سکتے ہو کہ اس بار شکستِ فاش تمھارا مقدر بن چکی ہے"۔

انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں ایک سوال اور اُبھرا :

"میرے بچے کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں ؟"

"وہ آزاد ہیں ، میں نے انھیں گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی — اگر ضرورت محسوس کرتا تو اس وقت وہ بھی تمھارے ساتھ لمبے لیٹے ہوتے — تمھاری گم شدگی کے بعد ان کا کیا حال ہوتا ہے — یا وہ اس سلسلے میں کیا کچھ کرتے ہیں — میں ذرا یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں — خوب لطف رہے گا — اب آپ یہ پوچھنا چاہ رہے ہوں گے کہ آپ اس حالت میں کب تک رہیں گے — تو اس کا جواب صاف ہے — جب تک میں چاہوں گا — جو گیس آپ کو سنگھائی گئی ہے — اس کا اثر اس وقت تک زائل نہیں ہو سکتا ، جب تک کہ میں نہ چاہوں — اگر میں اس گیس کا توڑ آپ کو نہ دوں تو آپ تمام زندگی اسی طرح رہیں گے — دوسرے آپ کے منہ میں پیچھے سے کوئی خوراک ڈال دیں گے تو وہ آپ کے حلق سے اُتر جائے گی — میرا مطلب ہے ، سیال چیز — ٹھوس چیز تو منہ میں داخل بھی نہیں ہو سکے گی ، کیونکہ آپ منہ نہیں کھول سکتے"۔

انسپکٹر جمشید کو بہت غصہ آیا، لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ ان سے بات کرنے والا ٹیکسی ڈرائیور ضرور میک اپ میں تھا۔ اس عمارت میں انھیں اب تک صرف دو اور آدمی نظر آئے تھے، کیونکہ کُل تین آدمی تھے۔

عین اس وقت وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ اس طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئی کہہ رہا تھا:

"کیا رپورٹ ہے؟"

"انسپکٹر جمشید ہمارے قبضے میں ہیں۔"

"بہت خوب! تمھارے کام کرنے کا طریقہ مجھے بہت پسند آیا۔"

"میں ایک تیر سے دو شکار کرنے کا عادی ہوں سر۔"

"ہوں! واقعی۔ اور ان کے بچوں کا کیا بنا؟"

"انھیں میں نے پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے کہ وہ کسی قابل نہیں۔"

"یہاں شاید تم غلط ہو۔ وہ بہت چلتے پرزے ہیں۔"

"میں نے اسی لیے ان پر ہاتھ نہیں ڈالا۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مطلب یہ کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کس حد تک چلتے پرزے ہیں۔ وہ میرا کیا بگاڑ لیتے ہیں۔"

"خیر تمھاری مرضی۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں کہ انھیں بھی انسپکٹر جمشید کے ساتھ لمبا لٹا دیا جائے۔ تاکہ ہم شہر میں اپنی پسند کے تمام کام کر سکیں۔"

"اب بھی کریں گے باس۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"خیر۔ جیسے تمھاری مرضی۔ میں نے یہی سُنا ہے کہ وہ بہت خطرناک ہیں اور جب انسپکٹر جمشید ان کے ساتھ نہ ہوں تو وہ اور بھی زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔"

"ان کی خطرناکی مجھ پر نہیں چلے گی سر۔"

"خیر بھئی۔ یہ تماشا بھی دیکھیں گے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"شکریہ باس!"

"اب تم اپنا اصل کام کب شروع کر رہے ہو؟"

"جی بس ابھی اور اسی وقت۔"

"بہت خوب! اس بار ضرور مزا آئے گا۔"

اور سلسلہ بند ہو گیا۔

"آؤ بھئی چلیں۔ انسپکٹر جمشید کو بے بسی سے یہاں پڑا رہنے دو۔"

اور وہ اس عمارت سے نکل گئے۔ انسپکٹر جمشید وہاں بالکل تنہا رہ گئے۔ گھر کے دروازے پوری طرح کھلے

ہوئے تھے ۔ وہ سوچنے لگے ۔ ٹیکسی ڈرائیور کا ایک جملہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا ۔ اس نے کہا تھا ۔ پروفیسر داؤد نے کیا چیز بنا کر دی ہے ۔ گویا اس وقت وہ جس گیس کے زیرِ اثر تھے ۔ وہ گیس خود پروفیسر داؤد نے انھیں بنا کر دی تھی ۔ یہ بات کس قدر عجیب تھی ۔ بھلا پروفیسر داؤد جرائم پیشہ افراد کے لیے کیوں کوئی چیز بنانے لگے ۔ انھوں نے سوچا ۔ ہو سکتا ہے ، یہ جملہ صرف انھیں ستانے کے لیے بولا گیا ہو ۔

اچانک ان کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا ۔ ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی ۔ ساتھ ہی ان میں خوف نظر آیا ۔ وہ اور بھی زیادہ بے چین ہو گئے ، لیکن وہ کچھ بھی تو کرنے کے قابل نہیں تھے ۔

" اُف مالک ! میں کیا کروں ۔ یہ کس قدر ضروری ہے کہ میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں ۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو امکان یہی ہے ۔ یہ شخص اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جائے گا ۔ کاش ! اس طرف کوئی آ جائے ۔ کیا محمود ، فاروق اور فرزانہ کے یہاں آنے کی امید کی جا سکتی ہے ؟"

اُن کی حالت لمحہ بہ لمحہ مزید خراب ہونے لگی ، کیونکہ

اب بے چینی بہت بڑھ گئی تھی ۔ اگر وہ کچھ کرنے کے قابل ہوتے تو ہرگز اس قدر بے چین نہ ہوتے اتنے پریشان نہ ہوتے ۔ ایسے میں انھیں قدموں کی آواز سنائی دی ، پھر کسی نے کہا :

" اوہ ! یہ مکان تو چوپٹ کھلا پڑا ہے ۔ ارے بھئی ! کوئی ہے اس میں ؟"

وہ چوکنے ہو گئے ۔ کوئی مکان تک پہنچ گیا تھا ۔ انھوں نے منہ سے آواز نکالنے کی کوشش کی ، لیکن آواز نہ نکل سکی ۔

" آؤ ۔ دیکھیں ۔ آخر یہ مکان کھلا کیوں پڑا ہے ؟"

وہ قدموں کی آوازیں سنتے رہے ، پھر کچھ بچے اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں وہ لیٹے ہوئے تھے ۔

وہ بہت زور سے اُچھلے ۔ آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں :

" ارے باپ رے ۔ یہاں تو کوئی موجود ہے ۔ فرش پر لیٹا ہے ۔ یہ ۔ یہ کہیں بے ہوش تو نہیں ہے "

وہ ان پر جھک گئے ۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں ، تاکہ وہ انھیں بے ہوش سمجھ کر ان کے لیے کچھ تو کریں ۔ وہ ان کے دل کی دھڑکن سننے لگے ۔ نبض دیکھنے لگے ۔ آخر ان میں سے ایک نے کہا :

"یہ۔ یہ زندہ ہے، لیکن بے ہوش لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ اِس بے چارے کو لوٹ کر بے ہوش کر کے یہاں ڈال گئے ہوں۔ ہمیں چاہیے کہ اِسے ہسپتال تک پہنچا دیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

اچانک ایک آواز اُس مکان میں گونجی۔ اُس آواز نے اُن کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

نیلا گھاٹ

محمود نے تیزی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا... دوسری طرف سے ان کے والد کی آواز سنائی دی:

"فوراً نیلے گھاٹ پہنچو۔"

ان کے الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا:

"ابا جان نیلے گھاٹ پر ہیں اور ہمیں وہیں بلا رہے ہیں۔"

"وری گڈ... وہ ملے تو۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

پانچوں اسی وقت روانہ ہو گئے...

"حیرت ہے... وہ نیلے گھاٹ کس طرح پہنچ گئے..." فرزانہ بڑبڑائی۔

"کسی کا تعاقب کر کے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ویسے اس بار کا مجرم عجیب ترین لگتا ہے۔ وہ ہم سے شاید چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہے۔" محمود نے کہا۔

"کم از کم میں تو خود کو چوہا ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

فاروق نے جھلا کر کہا۔

"میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا... کاٹ کھانے کو تو نہ دوڑا کرو۔" محمود نے اسے گھورا۔

"تو کیا دوڑنے کو کاٹ کھایا کروں۔" فاروق اس پر الٹ پڑا۔

"اگر تم دونوں کا لڑنے کا پروگرام ہے تو انکل سے کہہ کر گاڑی رکوا لو اور نیچے اتر جاؤ... ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے، تم فارغ ہو کر آ جانا۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"اس صورت میں آ جانا کوئی آسان کام نہیں ہو گا... لہذا ہم گاڑی میں ہی بھلے۔" فاروق مسکرایا۔

"تو یوں کہو نا... ہم لنڈورے ہی بھلے۔" فرزانہ بولی۔

"دھت تیرے کی...." محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"نیلا گھاٹ... جرائم پیشہ لوگوں کی پسندیدہ جگہ... ان کا گڑھ، نام ہے نیلا گھاٹ... لیکن سمندر یا دریا کا وہاں نام و نشان نہیں، ایسی خطرناک جگہ ابا جان نے ہمیں بلایا ہے... اور ہم نے انکل اکرام تک کو ساتھ نہیں لیا... نہ انھیں بتا کر چلے۔"

"اب بتا دیتے ہیں..." فاروق نے کہا اور پروفیسر داؤد نے کار میں لگے فون کے ذریعے اکرام سے رابطہ قائم کیا:

"ہیلو اکرام صاحب... پروفیسر داؤد بات کر رہا ہوں... انسپکٹر

جمشید نے ہمیں نیلا گھاٹ بلایا ہے۔"

"ہائیں... ان کا پتا چل گیا۔"

"ہاں! لیکن نہ جانے نیلا گھاٹ میں وہ کن حالات میں گھرے ہیں... اس لیے ہم نے سوچا... آپ کو بھی یہ اطلاع دے دیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"تب پھر میں بھی آتا ہوں۔"

"نہیں! انسپکٹر جمشید نے صرف ہمیں بلایا ہے... آپ تیاری ضرور رکھیں... آئیں نہ... اگر ہماری طرف سے خیریت کی کوئی اطلاع نہ مل سکی تو پھر آ جائیے گا۔"

"اچھی بات ہے... لیکن خیال رہے... نیلا گھاٹ بہت خطرناک جگہ ہے۔"

"اسی لیے تو یہ اطلاع دے رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"اچھا ٹھیک ہے... میں اور میرے آدمی ہر وقت تیار رہیں گے... کوئی ضرورت پیش آ گئی تو فوراً وہاں پہنچیں گے۔"

سلسلہ بند کرکے وہ ان کی طرف مڑے اور حیرت زدہ انداز میں بولے:

"اوہو... وہ تو اس طرح کامیاب ہو گیا۔"

"جی... کیا مطلب... کون کامیاب ہو گیا۔"

"مجرم... وہ یہی چاہتا تھا نا... کہ تم لوگ سالار چوٹی کی

دعوت میں شریک نہ ہو سکو۔"

"اوہ ہاں... واقعی... اس طرف تو ہم نے توجہ تک نہیں دی... پھر اب کیا کیا جائے... ایک طرف تو حکم ہے ابا جان کا کہ فوراً نیلا گھاٹ پہنچو... دوسری طرف یہ بات کہ مجرم چاہتا ہے، ہم سالار چوں کی دعوت میں ہرگز شریک نہ ہونے پائیں۔"

"تب پھر ہم میں سے ایک دو کو تو ضرور ہی ان کے ہاں موجود رہنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے... میں اور فرزانہ واپس لوٹ جاتے ہیں... باقی لوگ نیلا گھاٹ جائیں گے۔" محمود نے کہا۔

"آسان کام خود سنبھال لیا۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"اچھا تم فرزانہ کو لے کر سیٹھ سالار کے ہاں پہنچ جاؤ۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"شکریہ... مجھے کوئی ضرورت نہیں... ابا جان کی... تم ہی جاؤ۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اور اگر ابا جان ناراض ہوئے تو؟"

"نہیں ناراض ہوں گے... بتا دیں گے کہ کم از کم دو کی وہاں بھی ضرورت تھی۔"

آخر ایسا ہی کیا گیا... محمود اور فرزانہ کو وہیں اتار دیا گیا... انھوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے...

تھوڑی دیر بعد وہ سیٹھ سالار کی کوٹھی کے دروازے پر ٹیکسی سے اتر رہے تھے... یہ دیکھ کر انھیں بہت حیرت ہوئی کہ دروازے پر کوئی نگران موجود نہیں تھا جب کہ ان کی کوٹھی کے دروازے پر ہر وقت مسلح افراد پہرہ ضرور دیتے تھے...

"میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔"

"شاید دعوت شروع ہو چکی ہو گی... سیٹھ صاحب نے نگرانوں کو ہدایت دی ہو گی کہ وہ دروازہ اندر سے بند کر کے مہمانوں کے آس پاس رہیں۔"

"ہوں! ٹھیک ہے..." محمود نے کہا اور آگے بڑھ کر دستک دی... لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا... اب محمود نے اور زور سے دروازے کی گھنٹی بجائی... لیکن کوئی نہ آیا...

"شاید کوئی گھنٹی کی آواز سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"سب لوگ دعوت کے ہنگامے میں پھنسے ہوئے ہیں، اب [illegible] کریں۔" محمود نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"[illegible] کسی نہ کسی طرح [illegible]

[illegible]... آؤ۔"

[illegible] کوٹھی کا [illegible] اور [illegible]

[illegible]

کوئی انھیں دیکھنے والا نہیں تھا... کوٹھی تھی بھی ایک منزلہ... چھت پر پہنچے... زینہ کھلا ملا... لہٰذا نیچے اتر گئے... باغ میں پارٹی زور شور سے جاری تھی... اندرونی حصے میں صرف ملازمین موجود تھے... جو کھانے کی چیزیں وہاں سے باغ تک لے جا رہے تھے...

"یہاں تو ہر طرح خیریت ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہاں خیریت ضرور ہے، لیکن کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو گی ضرور، مجرم نے یہ جو اتنا لمبا چوڑا چکر چلایا ہے... تو بلاوجہ نہیں چلایا... اور یہ بات بھی بالکل ثابت ہے کہ وہ صرف اور صرف ہمیں یہاں سے دور رکھنا چاہتا ہے، اور بس۔"

"خیر بھئی... اب یہاں آ ہی گئے ہیں... دیکھ لیتے ہیں، میرا خیال ہے... ہمیں باغ میں ہی کہیں چھپ جانا چاہیے تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ کیا چکر چلنے والا ہے۔"

"تب پھر ہم کسی درخت پر کیوں نہ چڑھ جائیں۔" فرزانہ پرجوش انداز میں بولی۔

"یہ سب سے بہتر رہے گا۔" محمود نے فوراً کہا۔

اور وہ چھپتے چھپاتے... درختوں تک پہنچ گئے... ایک مناسب سا درخت دیکھ کر وہ اس پر چڑھتے چلے گئے... کوئی انھیں نہ دیکھ سکا... دیکھتا بھی کیسے... ہر کوئی تو دعوت میں مگن

تھا...

اچانک کسی کے چیخنے کی آواز لوگوں کے کانوں سے ٹکرائی:

"خبردار... کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے... ورنہ ہم گولی مار دیں گے۔"

باغ میں یک دم موت کا سناٹا طاری ہو گیا:

"لو بھئی... آخر پروگرام شروع ہو گیا... تھا جس کا انتظار، وہ پروگرام..." محمود نے سرد آہ بھری۔

"خاموش رہ کر تیل دیکھو... تیل کی دھار دیکھو۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"یہ... یہ کون بولا تھا۔" آخر سیٹھ سالار چولی کی آواز گونجی۔

"سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دیں... میں ابھی آپ لوگوں کے سامنے آتا ہوں... یاد رہے... جس نے ہاتھ نہ اٹھائے، اسے گولی چاٹ جائے گی... پھر نہ کہنا، خبر نہ ہوئی۔"

سب نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے...

"کک... کیا میں بھی ہاتھ اٹھا دوں۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"چپ... تم فاروق نہیں ہو۔"

"یہ یاد کرانے کا شکریہ... مم... میں محسوس کر رہا تھا کہ میں فاروق ہوں اور محمود انکل کے ساتھ نیلا گھاٹ کی طرف

گیا ہے۔"

"اوہو تم خاموش نہیں ہو سکے..." فرزانہ نے اس کی پسلیوں میں کہنی ماری۔

"اچھی بات ہے... ہو گیا خاموش۔"

ادھر باغ میں سب لوگ بت بنے کھڑے تھے... ایسے میں ایک بار پھر دبی آواز گونجی...

"سیٹھ سالار چوں... تم اپنا ایک ہاتھ گرا دو۔"

"کک... کیوں..." اس نے گھبرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" جھلا کر کہا گیا۔

"مطلب یہ کہ دوسرا کیوں نہ گراؤں۔"

"کہا نہیں... صرف ایک گراؤ... وہ بھی دایاں۔"

انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ نیچے گرا دیا۔ اور سوالیہ انداز میں ادھر ادھر دیکھا... کیونکہ حکم دینے والا نظر نہیں آ رہا تھا...

"اب یہ کیا کروں؟"

"اپنا سگریٹ لائٹر نکال کر ہاتھ میں لے لو... [illegible]... خبردار... کوئی بھی حرکت نہ کرنا... ورنہ گولی چلا دی جائے گی۔"

ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی... [illegible]

کے چہرے پر... انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ لائٹر نکال لیا اور بلند آواز میں بولے:

"میں نے لائٹر نکال لیا ہے۔"

"گڈ... تم لائٹر لے لو... باقی اسی طرح درختوں کی اوٹ میں پوزیشنیں لیے کھڑے رہیں..." اسی آواز نے کہا۔

ایک نقاب پوش ایک درخت کے پیچھے سے نمودار ہوا، اور اس نے آگے بڑھ کر سگریٹ لائٹر اٹھا لیا...

"تت... تو کیا... تم صرف سگریٹ لائٹر چرانے آئے ہو؟" سیٹھ سالار چوں نے مارے حیرت کے کہا۔

"ہاں! صرف سگریٹ لائٹر۔"

"لل... لیکن کیوں... یہ تو ایک بالکل عام سا سگریٹ لائٹر ہے... اور تو اور چاندی یا سونے کا بھی نہیں ہے۔"

"ہمیں اس سے غرض نہیں... یہ چرانے آئے تھے... چرا کر لے جا رہے ہیں... اگر سگریٹ لائٹر کے لیے کوئی شخص اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کرے گا، تو وہ بے وقوف ہی کہلائے گا... ہم گولی چلائے بغیر نہیں رہیں گے... کیونکہ نہ جانے پہلے کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں، اب اگر پکڑے جائیں گے تو پولیس تو اگلے پچھلے سارے جرم اگلوا لے گی... لہٰذا ہم پھنس سکتے ہیں... اس لیے ہم گولی

چلانے میں ذرا بھی نہیں جھجکیں گے ... آؤ بھئی چلیں ۔"

اور درختوں کے پیچھے سے چار نقاب پوش نکلے اور دروازے کی طرف چلے گئے ... لوگ انھیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے ...

اوپر چھپے محمود اور فرزانہ نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا ... جیسے پوچھ رہے ہوں ... اب کیا کریں ...

"تعاقب ۔" فرزانہ نے سرگوشی کی ۔

"لیکن پائپ کے راستے باہر جانے کی صورت میں تو یہ نکل جائیں گے ۔" محمود نے سرگوشی کی ۔

"جونہی یہ باہر نکلیں گے ... ہم چھلانگیں لگا کر دروازے کا رخ کریں گے ۔"

"یہ ٹھیک رہے گا ۔" محمود نے پرجوش انداز میں کہا ۔

اور پھر ... جونہی وہ باہر نکلے ... سیٹھ سالار چوڑلی نے فون کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ اوپر سے ان دونوں نے چھلانگیں لگا دیں ... باغ میں کئی خوف زدہ چیخیں بلند ہوئیں ...

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ... ہم محمود اور فرزانہ ہیں ... ان کے تعاقب میں یہاں آئے تھے ... اور اب ہم تعاقب میں جا رہے ہیں ... ان شاء اللہ انھیں گرفتار کرا کے دم لیں گے ۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی ، ان کے قدموں کی آواز نہیں ابھر رہی تھی ... ایسے میں انھوں نے باہر گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز سنی ...

وہ باہر نکلے تو مجرموں کی کار دور بہت دور جاتی نظر آئی ... دونوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... اپنی کار ان کے پیچھے ڈال دی ... سیٹھ سالار اور ان کے مہمان دروازے پر آ کر یہ منظر دیکھ رہے تھے .. پھر دونوں کاریں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں ...

محمود اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح درمیانی فاصلہ کم ہو جائے ... اور اس حد تک رہ جائے کہ تعاقب میں کوئی دقت نہ ہو اور یہ لوگ نکل نہ جائیں ... آخر پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ... اور اگلی کار صاف نظر آنے لگی ...

"انھیں تعاقب کا پتا نہ چل جائے ۔"

"اگر میں فاصلہ بڑھاتا ہوں تو اس کے نکل جانے کا خطرہ ہے ۔" محمود بولا ۔

"ہوں خیر ... دیکھا جائے گا ۔"

اچانک انھوں نے مجرموں کی کار کو ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھ لیا ...

"ویری گڈ ... یہ میدان تو آسانی سے ہم نے مار لیا ۔" محمود نے خوش ہو کر کہا ۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔" فرزانہ بڑبڑائی ۔

دونوں نے کار کچھ فاصلے پر روک دی اور اس عمارت کا ایک چکر لگایا... لیکن اس کی پچھلی طرف کوئی پائپ چھت تک نہیں جا رہا تھا...

"اب کیا کریں۔" فرزانہ بولی۔

"میں دروازے کو دیکھتا ہوں..." محمود نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازے کا جائزہ لیا اور پھر مایوسانہ انداز میں اس کی طرف لوٹا:

"ہم دروازہ نہیں کھول سکتے۔"

"خیر... اس عمارت کی نگرانی تو کرا ہی سکتے ہیں۔"

محمود نے اکرام کے نمبر ملائے... اس عمارت کا نمبر اور سڑک کا نام و نمبر بتا کر ریسیور رکھ دیا...

"اب ہم نیلا گھاٹ چلیں گے... سیٹھ سالار چولی کے ہاں تو جو ہونا تھا... ہو گیا۔" اس نے کہا۔

"حیرت ہے... پانچ مجرم کیا سیٹھ صاحب کا صرف سگریٹ لائٹر چرانے آئے تھے۔" فرزانہ بولی۔

"یہ میرے لیے بھی اتنی ہی حیرت کی بات ہے جتنی تمھارے لیے... لیکن حیران ہو کر ہم کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔"

"تو پریشان ہو کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں... اگر یہ بات ہے تو میں جتنا تم کہو... اتنا پریشان ہو کر دکھا سکتا ہوں۔" فرزانہ

نے منہ بنایا۔

"آؤ چلیں... ہمارے پاس وقت کم ہے... اور تم فاروق کے انداز میں باتیں بنانے کے چکر میں ہو... ہمارے ساتھ یہ بھی مصیبت ہے... کہ جب فاروق ہمارے درمیان ہوتا ہے تو ہم اس کی باتوں پر بڑے بڑے منہ بناتے ہیں اور جب وہ اِدھر اُدھر کہیں ہوتا ہے تو خود اس کے انداز میں باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔"

"آج صبح مرچیں زیادہ تو نہیں کھا لی تھیں... چلو۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

محمود مسکرا دیا... اب ان کی کار نیلا گھاٹ کی طرف اُڑی جا رہی تھی...

"میرے ذہن میں رہ رہ کر سگریٹ لائٹر کا خیال آ رہا ہے... کیا صرف اس لائٹر کو چرانے کے لیے ہمیں اس جگہ سے دور رکھنے کی کوششیں ہو رہی تھیں... ن... نہیں... بات ضرور کوئی اور ہے... یا پھر وہ سگریٹ لائٹر..." فرزانہ کہتے کہتے رک گئی...

"کیا کہنا چاہتی ہو..." محمود نے اسے گھورا۔

"یہ کہ ہو سکتا ہے... وہ سگریٹ لائٹر کوئی خاص چیز ہو... فرض کیا... وہ ہیرے کا ہو۔"

"ارے باپ رے... ہیرے کا لائٹر... تب تو وہ بہت قیمتی

ہو گا؟

"یہ صرف ایک خیال ہے ... جس کے غلط ہونے کے امکانات زیادہ ہیں:"

اسی وقت ... سامنے سے ایک کار آتی نظر آئی ... اس کی رفتار حد درجے تیز تھی ... محمود نے جلدی سے اپنی کار ایک طرف کر لی ... اور پھر جونہی کار گزری ... وہ چونک اٹھے ... کیونکہ انھوں نے انکل خان رحمان کی جھلک دیکھ لی تھی ...

"ارے ارے ... یہ تو اپنے ساتھی ہیں ... یہ اگر نیلا گھاٹ سے واپس آ گئے ہیں تو ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟ ... ہو سکتا ہے، ابا جان بھی پچھلی سیٹ پر اڑے ہوں۔"

"ٹھیک ہے ... گاڑی موڑ لو۔" فرزانہ نے کہا۔

محمود نے گاڑی واپس کی ہی تھی کہ نکل جانے والی کار بھی کافی دور جا کر رک گئی ... اور بیک ہونے لگی ...

"اس کا مطلب ہے ... ان میں سے کسی نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔"

"نظر تو یہی آتا ہے۔"

دونوں کاریں نزدیک ہو گئیں ... آگے نکل جانے والی کار کا دروازہ کھلا اور فاروق کی صورت نظر آئی ... اس کے چہرے سے خون بہ رہا تھا:

"ہائیں! یہ کیا ہوا؟"

"انکل خان رحمان اور پروفیسر داؤد انکل بھی زخمی ہیں ... ہم پر ہر طرف سے گولیوں کی برسات کی گئی تھی ... بس ہم نکل آنے میں کامیاب ہو ہی گئے ..." فاروق نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"کیوں! ان زخموں کے ساتھ ہم وہاں رک کر کیا کرتے، وہاں ابا جان کا دور دور تک نشان نہیں تھا ... وہ فون اسی شخص نے کیا تھا ... جو آواز بدل کر اس وقت تک ہمیں خوب چکر دے چکا ہے۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"آؤ ... اب ہسپتال چل رہے ہیں ... میری اور انکل خان رحمان کی حالت تو بہتر ہے ... پروفیسر انکل کی قدرے خراب ہے ... ہمیں زیادہ جلدی انھیں ہسپتال پہنچانے کی بھی ہے۔"

"اوہ ... تب تو واقعی جلدی کریں۔"

پروفیسر داؤد کو ہسپتال میں بہترین ڈاکٹروں کی نگرانی میں دے کر اور اپنی مرہم پٹی کرا کر وہ باہر نکلے ... پہلے گھر فون کیا:

"ہیلو امی جان ... ابا جان کی طرف سے کوئی فون تو نہیں آیا۔"

"نن... نہیں... تم لوگ کہاں ہو؟"

"ہسپتال کے آس پاس... ہم لوگ معمولی سے زخمی ہوئے ہیں... پروفیسر انکل البتہ زیادہ زخمی ہیں... لیکن ان کی حالت زیادہ خراب نہیں ہے۔"

"اوہ! تب تو میں شائستہ کو لے کر ہسپتال پہنچتی ہوں۔"

"ہاں، آپ ایسا کریں... اور ہم ذرا ان مجرموں تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

وہ سیدھے سیٹھ سالار جیولی کے ہاں پہنچے... انھوں نے محمود اور فرزانہ کو دیکھتے ہی پوچھا:

"کیا رہا... میرا سگریٹ لائٹر مل گیا یا نہیں۔"

"جس عمارت تک وہ لے جایا گیا ہے... ہم اس کا سراغ لگا چکے ہیں... ہم جب چاہیں گے، لائٹر حاصل کر لیں گے، فی الحال تو ہم یہ معلوم کرنے کے چکر میں ہیں... کہ یہ چکر کیا ہے... اور اس سلسلے میں ہم پھر آپ کے پاس آئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مہربانی فرما کر آپ پہلے یہ بتائیں... اس لائٹر میں کیا خاص بات تھی؟"

"لائٹر میں... کوئی بات بھی نہیں تھی... بالکل عام سا لائٹر تھا۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عام سے لائٹر کو چرانے کے لیے پانچ آدمی آئے اور وہ چاہتے تو بہت سے قیمتی زیورات، مہمان عورت کے گلے، کانوں اور ہاتھوں سے حاصل کر سکتے تھے... لیکن انھوں نے صرف ایک لائٹر چرایا، اور چلے گئے... اس سے تو یہ نظر آتا ہے کہ وہ کوئی بہت ہی خاص لائٹر تھا۔"

"بالکل نہیں... وہ زیادہ سے زیادہ سو روپے کا ہو گا۔"

"دیکھ لیں جناب... کہیں وہ ہیرے کا تو نہیں تھا۔"

"ارے نہیں... کیا بات کرتے ہیں آپ... ہیرے کا تو کیا... وہ سونے کا بھی نہیں ہے۔"

"اس لائٹر سے کوئی کہانی تو وابستہ نہیں ہے... وہ کسی بڑے اور مشہور آدمی کا لائٹر تو نہیں ہے۔"

"نہیں بھئی... میں نے تو اس کو بازار سے خریدا تھا... آج سے کئی سال پہلے۔"

"اچھا شکریہ... اب ہم اس عمارت پر چھاپہ مارنا چاہتے ہیں... آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے... دعوت سے تو شاید آپ فارغ ہو چکے ہیں۔"

"ہاں! مہمان رخصت ہو چکے ہیں... [illegible] آپ لوگ [illegible] ساتھ نہیں جاؤں گا... ابھی یہاں [illegible] ان لوگوں کو گرفتار کر لیں... اور [illegible]

"ہم ایسا ضرور کریں گے... لیکن یہ الجھن جوں کی توں رہے گی کہ لائٹر میں کیا خاص بات ہے۔"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... سیٹھ سالار فون کی طرف متوجہ ہو گئے... پھر ان کی طرف مڑے:

"یہ آپ کا فون ہے۔"

محمود نے حیرت زدہ انداز میں ریسیور لے لیا:

"ہیلو۔" اس نے کہا۔

"نیلا گھاٹ سے پھر فون آیا ہے... تمہارے ابا جان کا فون تھا... وہ کافی ناراض ہو رہے تھے... کہ رہے تھے... تم لوگوں کو نیلا گھاٹ بلایا... اور تم نہیں پہنچے۔"

"آپ نے انھیں بتایا نہیں کہ وہاں کیا ہوا ہے۔"

"بتا دیا ہے... وہ کہ رہے ہیں... چاہے کچھ ہو جائے نیلا گھاٹ پہنچو۔"

"اچھی بات ہے امی جان... ہم وہاں جا رہے ہیں... آپ فکر نہ کریں۔"

ریسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا:

"آؤ بھئی چلیں... سگریٹ لائٹر کی بات واپس آ کر کریں گے، اور چرانے والوں کی گرفتاری بھی بعد میں کرتے رہیں گے۔"

وہ باہر نکل آئے... پہلے انھوں نے اکرام سے وائرلیس

پر رابطہ قائم کیا... لیکن انھیں بتایا گیا کہ وہ نیلا گھاٹ گئے ہوئے ہیں... محمد حسین آزاد بھی اسی طرف گیا ہوا تھا...

"یہ کیا بھئی... یہ سب لوگ تو نیلا گھاٹ گئے ہوئے ہیں، پھر تم لوگ کس طرح زخمی ہو گئے۔"

"نیلا گھاٹ اس وقت میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہا ہے... تمام جرائم پیشہ لوگوں نے عمارت کی چھتوں پہ پوزیشن لے رکھی ہے، اور انتظامیہ نے پورے نیلا گھاٹ کو گھیرا ہوا ہے... لیکن پلہ جرائم پیشہ لوگوں کا بھاری ہے... کیونکہ انھوں نے پوزیشن اس طرح لے رکھی ہے کہ ان کا نقصان نہیں ہو رہا... جب کہ وہ چاروں طرف گولیاں برسا رہے ہیں... اندھا دھند گولیاں۔"

"اوہ... لیکن آخر وہاں اب کیوں ہو رہا ہے۔"

"ابا جان کی آواز میں جب ہمیں فون ملا... تو ہم نے ادھر کا رخ کیا... ساتھ میں آئی جی صاحبان وغیرہ نے اس طرف توجہ لگا دی... اور سیکڑوں کانسٹیبل وہاں پہنچ گئے... اور اس طرح باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔"

"لیکن اگر... وہ فون ابا جان کی طرف سے نہیں تھا... آواز بدل کر کیا گیا تھا... تو پھر تو یہ جنگ اس آبادی نے خود مول لی۔"

"یہ لوگ ایسی جنگیں مول لیتے ہی رہتے ہیں... اس طرح یہ اپنی طاقت کا اندازہ کرتے ہیں... اور جب دیکھتے ہیں کہ ان کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے... تو پھر چوری کی بجائے ڈاکوں پر اتر آتے ہیں... دن دہاڑے ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔"

"چلو یہ بات تو سمجھ میں آ گئی... لیکن وہ جمشید کے کندھے پر رکھ کر بندوق کیوں چلا رہے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"یہ بات تو خیر ابھی تک ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔"

"تو کیا... نیلا گھاٹ میں وہ شخص بھی ضرور موجود ہے... جس نے ابّا جان کو اغوا کیا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"یہ ضروری نہیں... ہو سکتا ہے... وہ کہیں اور بیٹھ کر ان کی آواز میں ہمیں نیلا گھاٹ کی جنگ میں جھونک دینا چاہتا ہو... وہ آوازوں کی نقل کرنے کا ماہر ہے... اس حد تک ماہر کہ ابّا جان بھی اس کے نقلی پن کو نہ پکڑ سکے، بس اپنے اس فن کے ذریعے وہ ہر کام لے رہا ہے... ہمیں نیلا گھاٹ بلا لیا... بلکہ پہلے ہمیں پروفیسر انکل کے ہاں بھجوا دیا... وہاں سے لوٹے تو نیلا گھاٹ چلے گئے... وہاں سے زخمی ہو کر آئے... لیکن اب پھر ادھر ہی جا رہے ہیں... گویا وہ ہمیں انگلیوں پر نچا رہا ہے... ہے کوئی

تُک..." محمود بولا۔

"کوئی بات نہیں... ایک وقت آئے گا... جب وہ ہماری انگلیوں پر ناچے گا..." فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اب پھر ہو امی جان نے فون وصول کیا ہے... ظاہر ہے، وہ بھی اس نامعلوم شخص کا ہو گا... ابا جان کا ہوتا تو ہمیں ان حالات میں کبھی نیلا گھاٹ نہ بلاتے... کیا خیال ہے...؟"

"ہاں شاید... ان حالات میں ہم نیلا گھاٹ جانے کی بجائے... ان لوگوں سے کیوں نہ ملاقات کر لیں... جنھوں نے سیٹھ سالار چولی کا سگریٹ لائٹر چرایا ہے۔"

"ہوں! خیر... ایسا کر لیتے ہیں... اب ہم اس کے جال میں نہیں آئیں گے... امی جان کو بھی ابا جان کا ایک خاص کوڈ بتا دیتے ہیں۔" محمود نے کہا اور گھر کے نمبر ڈائل کیے...

"امی جان السلام علیکم... ایک بات نوٹ کر لیں... اب اگر ابا جان کی آواز میں کوئی آپ سے بات کرے تو پہلے اس سے کوڈ پوچھ لیں۔"

"کوڈ پوچھ لوں... کیا مطلب... میرے اور ان کے درمیان تو کوئی کوڈ مقرر نہیں ہے۔"

"آپ پوچھ لیجیے گا... آج پکانا کیا ہے... اس کا جواب وہ صرف اور صرف ایک دیں گے... اور وہ جواب آپ کو معلوم ہی ہے... اگر وہ جواب نہ ملا تو سمجھ لیں کہ وہ کوئی اور ہے... لہٰذا آپ ہمیں اس کا پیغام تو پہنچائیں گے... لیکن ساتھ میں یہ بھی بتا سکیں گی کہ وہ اصل نہیں... نقل ہے۔"

"بہت خوب! اب میں سمجھ گئی... اس سوال کے جواب میں وہ واقعی ہمیشہ ایک ہی جواب دیتے ہیں اور اس جواب کا بھی جواب نہیں... شاید ہی کوئی شوہر اپنی بیوی کو ایسا جواب دیتا ہو گا۔"

"بالکل ٹھیک..." محمود نے کہا۔

اور پھر وہ اس عمارت کی طرف روانہ ہو گئے... جس میں انھوں نے ان پانچوں کو جاتے دیکھا تھا... سادہ لباس والے اس عمارت کے پاس نظر آئے... ان میں سے ایک تیر کی طرح ان کی طرف آیا:

"کیا رپورٹ ہے؟"

"ہم نے اس عمارت سے نہ تو کسی کو نکلتے دیکھا... نہ کسی کو اس میں داخل ہوتے دیکھا۔"

"بہت خوب! خیر تم ہمیں اندر جاتے ہوئے دیکھ سکتے ہو... ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔" فاروق نے شوخ

آواز میں کہا۔

"کیا مطلب..." وہ چونکا۔

"مطلب صاف ہے... ہم اندر داخل ہو رہے ہیں... آپ لوگ باہر رہ کر جائزہ لیتے رہیں... اگر ہم ایک گھنٹے کے اندر واپس نہ آئے... تو پھر تمھارا جو جی چاہے، کرنا۔"

"شکریہ! ہم جانتے ہیں... ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا ہو گا۔" وہ مسکرایا اور اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔

محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی... ایک منٹ گزر گیا، کوئی جواب نہ ملا... پھر دستک دی... کوئی جواب نہ ملا:

"ہم تیسری دستک نہیں دیں گے... بلکہ کسی اور طرح اندر جانے کی کوشش کریں گے۔"

"تو تیسری دستک دینے میں کیا حرج ہے؟" فاروق بولا۔

"تیسری دستک کا بھی جواب نہ ملے تو پھر شریعت کا حکم یہ ہے کہ واپس لوٹ جاؤ..."

"لیکن یہاں مسئلہ اور ہے۔" محمود نے کہا۔

"اندر جانے کا کوئی راستا نہیں... انھوں نے جرم کیا ہے... اس عمارت سے تین دستکوں میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں... لہٰذا ہم سیڑھی لگا کر دیوار پھاندیں گے یا چھت پر اتر کر زینے کے ذریعے اندر جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے... شروع کرتے ہیں۔"
سادہ لباس والوں نے فوراً ہی رسی کی سیڑھی مہیا کر دی... وہ اس کے ذریعے چھت پر اترے... پھر سیڑھی اوپر کھینچ لی... اب اندر کی طرف لٹکا کر اس کے ذریعے نیچے اترے... اسی وقت ایک سرد آواز گونجی:
"ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

شرط کیا ہے

آواز سانپ کی پھنکار کی تھی... لڑکے سر پر پیر رکھ کر دوڑے... انھوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا... انسپکٹر جمشید نے بھی اپنے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑتے محسوس کیں، کافی دیر گزر گئی... کوئی سانپ نظر نہ آیا... نہ پھر کوئی پھنکار گونجی... ایسے میں انھوں نے اپنی آواز خود سنی:
"ڈر گئے ہو انسپکٹر جمشید۔"
وہ حیران رہ گئے... کس قدر صاف نقل تھی ان کی آواز کی... ان کے بیوی بچے، خان رحمان اور پروفیسر داؤد اصل اور نقل میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے تھے...
"ارے ہاں! میں تو بھول ہی گیا... تم بول کہاں سکتے ہو..." کسی نے ہنس کر کہا۔
"خیر کوئی بات نہیں... میں کم از کم زبان سے اپنا کنٹرول بنا لیتا ہوں... جلد بھتی... جا کر ان کی زبان کو بولنے

کے قابل بنا دو۔"

"او کے سر۔" کسی نے کہا۔

جلد ہی ایک آدمی اندر داخل ہوا... اس نے انھیں ایک انجکشن دیا... اس کے پانچ منٹ بعد انھوں نے زبان کو حرکت دی تو وہ حرکت کرنے کے قابل ہو گئی تھی...

"سانپ کی پھنکار سے ڈرنے والے بھلا میرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔" آواز سنائی دی۔

"جب انسان ہلنے جلنے کے قابل نہ رہ جائے... اس وقت تو ڈر لگ ہی سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ جانتے ہیں... آپ کو یہاں کیوں لایا گیا ہے... اور لانے والا کون ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ سیٹھ سالار چولی کے ہاں تم کوئی واردات کرنے کے چکر میں تھے... غالباً واردات تم کر بھی چکے ہو، وہاں ہمیں بلایا گیا تھا... تم نے سوچا... اگر ہمیں وہاں جانے سے نہ روکا گیا تو ہماری وجہ سے کہیں کام نہ خراب ہو جائے... لہذا تم نے ہمیں وہاں جانے سے روک دیا... اس سلسلے میں تم نے میری آواز سے کام لیا اور بہت خوب صورتی سے لیا... یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"شکریہ! تم نے کوئی بات تسلیم تو کی... میں وہاں واردات

کرانے میں کامیاب ہو چکا ہوں... لیکن تمھیں شاید یہ سن کر حیرت ہو گی کہ میں نے وہاں سے صرف ایک سگریٹ لائٹر چرایا ہے۔"

"کیا کہا... سگریٹ لائٹر۔" ان کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"ہاں! صرف سگریٹ لائٹر۔"

"اوہو... مجھے اخبار کی ایک خبر یاد آ رہی ہے... ایک چھوٹی سی خبر..." انسپکٹر جمشید الجھن کے عالم میں بولے۔

"اور وہ خبر کیا تھی؟"

"سر کریم کا تمباکو پینے کا پائپ پانچ جرائم پیشہ آدمیوں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر چرایا تھا... باقاعدہ واردات کی گئی تھی... پانچ آدمی جو مسلح تھے... ان کی کوٹھی میں اس وقت داخل ہوتے تھے جب ان کے گھر میں دعوت دی جا رہی تھی... اور سیٹھ سالار چولی کے گھر میں بھی دعوت تھی، تو کیا آج وہاں بھی پانچ آدمیوں نے واردات کی ہے؟"

"اسی لیے تم یہاں نظر آ رہے ہو انسپکٹر جمشید۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"تم اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہو... دوسرے یہ کہ اگر تم لوگ وہاں ہوتے تو میرے پانچ آدمی کامیاب نہ ہو پاتے... سر کریم کی دعوت میں تو تم لوگوں کو جانا نہیں تھا... ورنہ اس وقت بھی تم لوگ دعوت میں نہ پہنچ پاتے۔"

"لیکن یہ بات کیا ہوئی... سگریٹ لائٹر... تمباکو پینے کا پائپ..."

"اگر تین چار ماہ کے اخبارات کھنگالے جائیں تو ان میں چند ایسی خبریں اور ملیں گی ... لیکن چونکہ چرائی جانے والی چیزیں بہت معمولی تھیں... اس لیے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی..."

"وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں ... آخر تم یہ کیوں کر رہے ہو..." وہ بولے۔

"بس میرے مذاق اس قسم کے ہوتے ہیں ... اگر تم وجہ جاننا چاہتے ہو تو میں تمھیں چلنے پھرنے کے قابل بنا دیتا ہوں، تم میرے خلاف تفتیش شروع کر دو... ایڑی چوٹی کا زور لگا لو میرا سراغ نہیں لگا سکو گے ... لیکن رہائی کے بعد میری ایک شرط ہے۔"

"اور وہ شرط کیا ہے۔"

"یہ کہ ناکام ہو جانے کے بعد تم اخبارات میں یہ خبر شائع کراؤ گے کہ اس جرائم پیشہ کا میں بھی سراغ نہیں لگا سکا... جو لوگوں کی معمولی سی چیزیں اپنے آدمیوں کے ذریعے چرواتا ہے... اور یہ بھی بتا دوں... کہ اگر کبھی میرا کوئی آدمی پکڑا جائے تو بھی اس کے ذریعے میرا سراغ نہیں لگایا جا

سکے گا... کیوں کہ ان میں سے ایک بھی مجھے نہیں جانتا... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم جونہی ہلنے جلنے کے قابل ہو گے... پہلے اس عمارت کا جائزہ لو گے... لیکن یہاں سے بھی میرے بارے میں کوئی سراغ نہیں مل سکے گا... تاہم کوشش کرنے کی دعوت دیتا ہوں ... اگر شرط منظور ہو..."

"ٹھیک ہے ... مجھے شرط منظور ہے۔"

"لیکن اس کے ساتھ مہلت بھی ہونی چاہیے... ورنہ تم بعد میں کہہ سکتے ہو... میں نے یہ کب کہا تھا کہ کتنے دن میں سراغ لگا لوں گا۔"

"چلو... مہلت تم طے کر دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"چوبیس گھنٹے۔"

"چوبیس گھنٹے میرے لیے بہت کافی ہیں بھئی..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے... بھئی انسپکٹر جمشید کو نمبر ۹ انجکشن لگا دو... اس سے ان کے سارے جسم سے گیس کا اثر خارج ہو جائے گا۔"

"او کے سر..." کسی نے کہا۔

ایک منٹ بعد ان کے کمرے میں ایک شخص داخل ہوا، اور انجکشن لگا کر چلا گیا...

پانچ منٹ بعد انھوں نے محسوس کیا... اب وہ اٹھ سکتے ہیں،
وہ اٹھ کر بیٹھ گئے... پھر مزید ایک منٹ بعد کھڑے ہو گئے...
"میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہوں میرے دوست... اور اس
وقت سے ہی وقت نوٹ کر رہا ہوں... کل اس وقت سے
پہلے تم قانون کی گرفت میں ہو گے... ورنہ میں اخبارات میں
خبر شائع کرا دوں گا... کہ میں اس شخص کا سراغ نہیں لگا سکا
جو بڑے بڑے لوگوں کی بہت چھوٹی چھوٹی چیزیں چراتا ہے" وہ
کہتے چلے گئے۔

لیکن جواب میں اس نامعلوم آدمی کی آواز سنائی نہ دی۔
"ارے! کیا چلے گئے ہو بھئی... مجھے انجکشن لگانے والا بھی
کیا جا چکا ہے۔"

اس بار بھی کوئی جواب نہ سنائی دیا... آخر انھوں نے
عمارت کا جائزہ لینا شروع کیا... جلد ہی انھوں نے محسوس
کر لیا کہ اس میں ٹی وی کیمرے نصب تھے... مائیکروسپیکر وغیرہ
بھی مختلف جگہوں میں فٹ تھے... اس کا مطلب صاف تھا،
وہ اس عمارت میں تو سرے سے تھا ہی نہیں... کہیں اور
بیٹھ کر انھیں دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا... تاہم
ان کا کام یہاں ختم نہیں ہوا تھا... یہاں فون تو تھا نہیں
کہ دفتر سے عملے کو بلا لیتے... وہ عمارت سے نکلے... باہر کوئی

گاڑی بھی نہیں تھی... گویا اب انھیں پیدل چلنا تھا... وہ اس
وقت گھنے جنگل میں تھے... درختوں کے درمیان وہ بہت دیر
تک چلتے رہے... تب کہیں جا کر انھیں سڑک نظر آئی... شہر
کی سمت تو انھوں نے فوراً ہی معلوم کر لی... وہ اللہ کا نام
لے کر چل پڑے... چلنے سے پہلے انھوں نے عمارت کی
سیدھ میں چند نشانیاں قائم کر لیں... تاکہ بعد میں تلاش کرنے میں
آسانی ہو سکے... وہ بہت دیر تک چلتے رہے... آخر ایک
کار میں لفٹ لے کر شہر پہنچے... فون کر کے مدد طلب کی اور
پھر پورے عملے کے ساتھ اس عمارت میں آئے...
"اس کے چپے چپے سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے
ہیں" وہ بولے۔

"او کے سر"

"تم سن رہے ہو میرے دوست... ہم یہاں آ گئے ہیں"
کوئی جواب نہ ملا... انھوں نے اپنا کام جاری رکھا... آخر
مکمل ہو گیا... عملے کے انچارج نے بتایا... کہ کچھ لوگوں کی
انگلیوں کے نشانات مل گئے ہیں... یہاں کھانے پینے کے
برتن اور خشک خوراک کے خالی ڈبے موجود ہیں... گویا یہاں
وہ لوگ رہتے بھی ہیں... سونے کے آثار البتہ نہیں ملے"
"ہوں... خیر... اس عمارت کو سیل کر دو... پہرہ مقرر

کر دو... جو بھی اس میں داخل ہوا... گرفتار کر کے میرے پاس
لے آؤ۔"

"جی بہتر..." اس نے کہا۔

وہ وہاں سے واپس لوٹے... جسم میں کمزوری اب بھی محسوس
ہو رہی تھی... سب سے پہلے وہ محمود، فاروق اور فرزانہ سے
ملنا چاہتے تھے... تاکہ ان کی معلومات سے فائدہ اٹھایا جا
سکے... لہذا انھوں نے گھر کا رخ کیا... لیکن محمود، فاروق،
اور فرزانہ گھر میں نہیں تھے... ان کے بارے میں بیگم جمشید
کو کچھ معلوم بھی نہیں تھا...

"تب وہ میری تلاش میں دھکے کھا رہے ہوں گے۔" انسپکٹر
جمشید بڑبڑائے۔

"آپ آرام کر لیں... وہ آ جائیں گے۔" انھوں نے ان کی
حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیگم... میں چوبیس گھنٹے تک آرام نہیں کر سکتا۔"

"کیوں! ایسی کیا بات ہو گئی۔" ان کے لہجے میں حیرت
در آئی۔

انھوں نے بات بتا دی... اور پھر ادھر اُدھر فون کر کے
ان کی تلاش کی مہم شروع کر دی... تھوڑی دیر بعد انھیں
یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ کہاں مل سکیں گے... لیکن انھیں

وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں نظر آیا... لہذا وہ گھر سے باہر
جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے... انھوں نے چند لقمے
بھی کھائے... اور پھر دروازے کی طرف بڑھے... عین اسی
وقت دروازے کی گھنٹی بجی... انھوں نے آگے بڑھ کر دروازہ
کھول دیا... ان کے سامنے سفید بالوں والا ایک بوڑھا
کھڑا تھا:

"فرمائیے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"پروفیسر جھرلوس سے ملیے:

"پروفیسر جھرلوس۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا یہ نام سن کر حیرت ہوئی ہے... کمال ہے... پروفیسر
داؤد کا نام سنا ہے۔"

"وہ میرے دوست ہیں۔"

"اگر وہ آپ کے دوست ہیں... تو پھر تو انھوں نے
آپ سے میرا کوئی ذکر کیا ہو گا۔"

"جی نہیں... ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"کمال ہے... حیرت ہے... خیر ان سے ملاقات ہو گی
تو وہ اپنی غلطی محسوس کریں گے... بات یہ ہے کہ انسپکٹر
جمشید کہ میں بھی ایک سائنس دان ہوں۔"

"ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! میں ایک بہت بڑا سائنس دان ہوں... لیکن حکومت نے میری قدر نہیں کی... ورنہ آج میں بھی پروفیسر داؤد کی طرح مشہور ہوتا... پروفیسر لقمان اور پروفیسر غوری کی طرح میرے بارے میں بھی اخبارات میں شائع ہوا کرتا!"

"بہت خوب! آیئے... تشریف لایئے۔"

وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئے... بیگم سے چائے تیار کرنے کے لیے کہا... اور خود اس کے سامنے آکر بیٹھ گئے،

"فرمایئے... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں کوئی خدمت لینے نہیں آیا... آپ کو دعوت دینے آیا ہوں... کبھی تو غریب کی بھی تجربہ گاہ کی سیر کر کے دیکھیں... مجھے بہت خوشی ہو گی... ذرا دیکھیے تو سہی... میں نے کیا کچھ ایجاد کر رکھا ہے... آخر حکومت مجھے کیوں بڑا سائنس دان نہیں مانتی... میں اس ملک کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔" وہ بولے۔

"ابھی کیا ہے... ابھی تو اور خوشی ہو گی... بس آپ دیکھتے جایئے۔"

"بہت بہت شکریہ... میں آپ کی تجربہ گاہ بھی دیکھوں گا... اور حکومت سے اس سلسلے میں بات بھی کروں گا... کہ آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

بس... بس... میں یہی چاہتا ہوں۔"

اسی وقت باہر سے بیگم جمشید نے آواز دی...

"چائے تیار ہے۔"

انھوں نے اٹھ کر ٹرے پکڑ لی... مہمان چائے پینے لگا... ایسے میں اس نے حیران ہو کر پوچھا:

"آپ نہیں لے رہے... ارے... آپ کے لیے تو کپ بھی نہیں آیا۔"

"یہ میرا چائے کا وقت نہیں ہے... میں صرف صبح اور شام ایک ایک کپ چائے پیتا ہوں اور بس... باقی تمام دن میں چائے نہیں پیتا۔"

"ہوں... اچھا اصول ہے۔"

اچانک بوڑھے کے ہاتھ سے کپ چھوٹ گیا... وہ تڑپ کر گرا اور بے ہوش ہو گیا:

"ارے ارے! یہ کیا بھئی..." انسپکٹر جمشید گھبرا گئے... انھوں نے بوڑھے کی نبض چیک کی... دل کی دھڑکن دیکھی... وہ صرف بے ہوش تھا...

"بیگم... تم نے ان کی چائے میں کچھ ملایا تو نہیں تھا۔" انھوں نے آواز لگائی۔

"جب تک آپ مجھے ایسی ہدایت نہ دیتے... میں ایسا

کس طرح کر سکتی تھی۔"

"ہوں! پھر یہ حضرت بے ہوش کس طرح ہو گئے۔" وہ بڑبڑائے۔

پھر اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگے... لیکن وہ ہوش میں نہ آ سکا... آخر انھیں فون کرنا پڑا... جلد ہی ڈاکٹر فاضل وہاں پہنچ گئے... انھوں نے پروفیسر جھرلوس کا معائنہ کیا.. دو انجکشن لگائے... اور انتظار کرنے لگے... آدھ گھنٹا گزر گیا... وہ حضرت ہوش میں نہ آئے... آخر ڈاکٹر فاضل بولے:

"کوئی پیچیدہ مسئلہ ہے... ہسپتال بھیجنا پڑے گا۔"

"تو پھر مہربانی فرما کر آپ خود فوراً اس کا انتظام کریں۔"

تھوڑی دیر بعد پروفیسر جھرلوس کو وہاں سے لے جایا جا چکا تھا... انھوں نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی... وہ اس وقت سے ایک گھنٹا پہلے گھر سے نکلنے لگے تھے... گویا ان کا ایک گھنٹا پروفیسر جھرلوس کی نذر ہو گیا تھا... وہ باہر نکل کر کار میں بیٹھے اور سیدھے سر کریم کی کوٹھی پہنچے... جونہی ان کا کارڈ اندر گیا... وہ باہر نکل آئے... اور گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر انھیں ڈرائنگ روم میں لے آئے،

یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھے:

"آپ سے ایک چھوٹا سا کام ہے۔"

"فرمائیے۔"

"آپ کا ایک پائپ آپ کی اس کوٹھی سے چرایا گیا تھا... چرانے والے پانچ آدمی تھے... جو کہ مسلح بھی تھے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے... یہ خبر تو اخبار میں بھی چھپ چکی ہے۔"

"جی ہاں! میں نے پڑھی تھی۔" وہ بولے۔

"تو پھر... اس سلسلے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ کوئی بالکل عام سا پائپ تھا؟"

"اتنا خاص نہیں تھا... بالکل گھٹیا بھی نہیں تھا... بہرحال میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت [illegible]... [illegible] طرح وہ چرایا گیا... اس پر ضرور حیرت [illegible]... [illegible] اس دن پوری دعوت کے لوگوں کی قیمتی چیزیں [illegible] سکتے تھے... مثلاً گھڑیاں، ہار، انگوٹھیاں [illegible]"

"ہوں... لیکن وہ صرف آپ کا [illegible] لے گیا؟"

"ہاں جناب [illegible]"

"آپ کو کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے فون تو نہیں ملا؟"
"جی... جی نہیں۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔
"آپ نے اس کی رپورٹ درج کرائی تھی؟"
"نہیں... اس معمولی چیز کی رپورٹ کیا درج کراتا۔"
"لیکن وہ لوگ مسلح آئے تھے... اس کا مطلب ہے... وہ خطرناک لوگ تھے... ایسے لوگوں کے خلاف رپورٹ تو ضرور درج کرانی چاہیے تھی۔"
"بس جناب... مجھے وقت نہیں ملا۔"
"اچھا شکریہ... اگر آپ کو کوئی نامعلوم فون ملے تو مجھے ضرور اطلاع دیجیے گا۔"
"اچھی بات ہے۔"
وہ اٹھ کر باہر آ گئے... اب انھوں نے اپنی لائبریری کا رخ کیا... محمود، فاروق اور فرزانہ ابھی تک نہیں آئے تھے... انھوں نے اخبارات کھنگالنا شروع کیے... آخر چند پرانی خبریں ایسی مل گئیں... کہ بڑے لوگوں کے گھروں میں دعوتوں کے دوران پانچ مسلح آدمی داخل ہوئے... اور بہت معمولی معمولی چیزیں چرا کر لے گئے... انھوں نے یہ نام بھی نوٹ کر لیے... پھر ہسپتال فون کیا... جھرلوس کو ہوش آ گیا تھا... تاہم ابھی انھیں ہسپتال میں

رکھا گیا تھا... اور چند گھنٹے سے پہلے ان کے فارغ ہونے کے امکانات نہیں تھے...
انھوں نے گھڑی پر نظر ڈالی... چوبیس میں سے تین گھنٹے گزر چکے تھے... اب وہ اس لسٹ میں سے پہلے شخص کی کوٹھی پر پہنچے... اس کا نام سردار علی میاں تھا... اس نے ان کا استقبال گرم جوشی سے کیا... ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد انھوں نے کہا:
"فرمائیے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"
"آپ کی چھڑی... پانچ مسلح افراد نے دعوت والے دن اڑا لی تھی۔"
"ہاں تو پھر... کیا وہ چھڑی مل گئی ہے۔" انھوں نے بغیر کسی گرم جوشی کے کہا۔
"جی نہیں... ملی نہیں... لیکن مل جائے گی... کیا وہ کوئی بہت قیمتی چھڑی تھی۔"
"جج... جی... نہیں... قیمتی تو نہیں تھی... ایک دوست کی نشانی ضرور تھی... اس نے بطور تحفہ دی تھی۔"
"آپ نے اس کی رپورٹ درج کرائی تھی۔"
"بالکل نہیں۔"
"کیا آپ کو کوئی فون ملا تھا کہ چھڑی اس کے پاس

ہے... اگر آپ چھڑانا چاہیں..."

"نہیں... مجھے اس قسم کا کوئی فون نہیں ملا۔"

"کیا آپ کو اچھی طرح یاد ہے... کوئی فون نہیں ملا تھا۔" انھوں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں... کہ اس بارے میں مجھے کسی کا کوئی فون نہیں ملا... نہ میں نے اس چھڑی کو کوئی اہمیت دی تھی۔"

"اچھی بات ہے... اب میں اجازت چاہوں گا۔"

سردار علی میاں انھیں رخصت کرنے دروازے تک آئے، عین اسی وقت ایک کار وہاں آ کر رکی... اور اس کار میں سے جو آدمی اترا... اسے دیکھ کر انسپکٹر جمشید حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے...

ملاقات

محمود، فاروق اور فرزانہ نے چونک کر سامنے دیکھا... پانچ پستول ان کی طرف اٹھے ہوئے تھے... وہ پانچوں لمبے چوڑے جوان تھے... چہروں سے شرارت جھانک رہی تھی...

"تو تم انسپکٹر جمشید کے بچے ہو؟"

"آپ کی معلومات درست ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ کسی کے گھر میں داخل ہونے کا کون سا طریقہ ہے؟"

"ہم نے تو دستک دی تھی... جب دروازہ کسی نے نہ کھولا تو ہمیں یہ راستا اختیار کرنا پڑا... اس میں ہمارا کیا قصور... قصور دروازہ نہ کھولنے والوں کا ہے۔"

"ہماری مرضی... ہم اپنے گھر کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتے تھے... آپ کو واپس چلے جانا چاہیے تھا..." ان میں سے ایک نے کہا۔

"ضرور واپس چلے جاتے... اگر اس گھر میں شریف لوگوں

کی رہائش ہوتی... لیکن یہاں تو چور لٹیرے قسم کے لوگ رہتے ہیں۔"

"اچھا... وہ کیسے؟"

"تم نے سیٹھ سالار چولی کے گھر سے دعوت کے دن ان کا سگریٹ لائٹر اڑایا ہے... کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو۔"

"ہاں بالکل! ہم نے ایسی کوئی واردات نہیں کی۔"

"آپ کا گھر اس وقت پولیس کے گھیرے میں ہے... اندر سے دروازہ کھول کر انھیں آنے دیں... گھر کی تلاشی لی جائے گی۔"

"اوہو اچھا... ہم تو سمجھے تھے... اکیلے آئے ہو... خیر بھئی یونہی سہی... شیدے... ذرا چھت پر جا کر دیکھ لو... ان کا بیان درست ہے یا غلط۔"

"بہت بہتر۔" ایک نے کہا اور اوپر چلا گیا... جلد ہی اس نے آ کر بتایا کہ چاروں طرف لوگ موجود ہیں... مسلح بھی ہیں اور وائرلیس وغیرہ سے لیس بھی ہیں... لیکن ان کے جسموں پر پولیس کی وردیاں نہیں ہیں۔"

"وہ سادہ لباس والے ہیں... وہ وردیوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے... گرفتاری دینا پڑے گی... چلو خیر باس ہمیں خود ہی چھڑا لے گا۔"

"اس کی بھی باری آنے والی ہے... پستول نیچے گرا دو، اور دروازہ کھول دو۔"

انھوں نے ایسا ہی کیا... سادہ لباس والے اندر داخل ہو گئے... انھیں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں اور پھر پورے مکان کی تلاشی لی گئی... لیکن سگریٹ لائٹر کا نام و نشان تک نہ مل سکا...

"وہ سگریٹ لائٹر کہاں ہے؟"

"کم از کم یہاں نہیں ہے۔"

"تو پھر کہاں ہے؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"باس کے پاس۔" ایک نے کہا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو... تمہارا تعاقب کیا گیا تھا... تم راستے میں کہیں نہیں رکے... سیدھے یہاں آئے... اور اس وقت کے بعد سے یہاں سے کوئی نکل کر کہیں نہیں گیا... نہ یہاں کوئی آیا... تب تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ لائٹر باس کے پاس ہے۔" محمود نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہی تو باس کا کمال ہے..." ایک نے مسکرا کر کہا۔

"کچھ ہمیں بھی اس کے کمال کی تفصیلات معلوم ہو جائیں۔"

فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہمیں نہیں معلوم... باس ہم سے چیز کس طرح اور کس وقت حاصل کرتا ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ حیران رہ گئے۔

"شاید تم یقین نہ کرو... لیکن حقیقت یہی ہے... ہم جو چیز چراتے ہیں... اس چیز کو میں اپنی جیب میں رکھ لیتا ہوں... پھر ہم اس جگہ سے فرار ہو جاتے ہیں... اور جب گھر پہنچتے ہیں تو وہ چیز ہماری جیب میں نہیں ہوتی۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہم بھی یہ کہتے ہیں... کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر اس کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے... اور وہ یہ کہ تمہارا باس خود اس دعوت میں شریک ہوتا ہے... اور وہ وہیں تمہاری جیب پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"کیوں... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔"

"بھئی... تم لوگ تو اس وقت پستول تانے کھڑے ہوتے ہو... اس وقت تم سے اس حد تک نزدیک کون ہو سکتا

ہے۔"

"ہاں! اس پہلو پر ہم نے بھی غور کیا ہے... لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"خیر کوئی بات نہیں... بات سمجھ میں آ جائے گی... آیندہ کہاں چوری کی جائے گی۔"

"یہ ہمیں ابھی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے... باس کے پروگرام کو ہمیں عین وقت پر یعنی چند گھنٹے پہلے معلوم ہوتے ہیں۔"

"اور کس طرح۔"

"جنگل میں ایک مکان ہے... وہاں ہم اس سے ملاقات کرتے ہیں۔"

"بہت خوب... ہم تم لوگوں کے ساتھ اس مکان تک بھی جائیں گے۔"

"اس صورت میں آپ لوگ بہت زیادہ خطرہ مول لیں گے۔"

"خطرے کی پروا کون کرتا ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

وہ انھیں لے کر اسی وقت اس عمارت کی طرف روانہ ہو گئے... اور اس وقت انھیں معلوم ہوا کہ پولیس وہاں

پہلے ہی پہنچ چکی ہے... بلکہ اس وقت تو انسپکٹر جمشید وہاں سے جا بھی چکے تھے... اور ماہرین بھی.. صرف نگرانی کے لیے چھوڑے جانے والے چند کانسٹیبل موجود تھے... ان سے ساری تفصیلات سن کر وہ واپس پلٹے... ان پانچوں کو اکرام کے حوالے کیا اور خود گھر پہنچے... لیکن انسپکٹر جمشید تو یہاں بھی نہیں تھے...

"اب انھیں کہاں تلاش کریں... آپ سے کچھ کہہ کر تو نہیں گئے تھے امی جان؟"

"انھیں ان لوگوں کے گھروں میں جانا ہے... جن کے ہاں دعوتوں کے موقعوں پر چوریاں کی گئی ہیں... معمولی چیزوں کی چوریاں..." انھوں نے بتایا۔

"اوہ... اچھا۔"

اب انھوں نے سیٹھ سالار چولی کو فون کیا... وہاں سے پتا چلا کہ انسپکٹر جمشید آ کر جا چکے ہیں... اب انھوں نے اخبارات کو دیکھنا شروع کیا... انسپکٹر جمشید پہلے ہی ان اخبارات کو الگ کر کے ان خبروں پر نشانات لگا چکے تھے... وہ بھی یہ خبریں پڑھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے... اور پھر انھوں نے ان گھروں میں فون کرنا شروع کیے... جونہی انھوں نے سرکریم کو فون کیا... وہاں

سے ملازم نے بتایا کہ ابھی ابھی سرکریم صاحب انسپکٹر جمشید کو رخصت کرنے دروازے تک گئے ہیں...

"اوہ... مہربانی فرما کر جلدی سے باہر جائیں... اور ان سے کہیں... گھر فون کر لیں۔"

"اچھی بات ہے جناب... اگر وہ نکل نہیں گئے تو میں ان سے کہہ دیتا ہوں... ورنہ آپ کو بتا دوں گا... آپ ہولڈ کریں گے۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

وہ انتظار کرنے لگے...

"آئیے آئیے... پروفیسر صاحب آئیے۔" سرکریم نے چلّانے کے انداز میں کہا... پھر وہ انھیں بھول کر پروفیسر جھرلوس کی طرف لپکے... اور انھیں گلے سے لگاتے ہوئے بولے:

"آپ تو عید کا چاند ہو گئے ہیں۔"

"ہاں! ابھی ابھی بقرعید کا چاند ہوتے ہوتے بچا ہوں۔"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ اچانک بے ہوش ہو گیا تھا... ابھی ابھی ہسپتال سے آ رہا ہوں۔"

"کیا کہا..." سر کریم حیران رہ گئے۔

"میں دراصل... ارے... یہ... یہ کیا... یہ تو انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"جی ہاں! تو آپ کو ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا؟" انسپکٹر جمشید نے انھیں گھورا۔

"جی ہاں! ابھی ابھی فارغ کیا ہے... ایسے میں مجھے سر کریم کا خیال آ گیا... مدت ہو گئی تھی ان سے ملے ہوئے۔"

"تو کیا آپ کی ملاقات ہو چکی ہے۔" سر کریم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہماری ملاقات دراصل انھی کے گھر ہوئی تھی۔" پروفیسر جھرلوس نے بتایا۔

"وہ کیسے ؟"

"میں خود ان سے ملنے گیا تھا... آپ نے ذکر کیا تھا نا ایک بار... کہ میں انسپکٹر جمشید سے مل لوں... بہت کام کے آدمی ہیں... اور ایٹمی پلانٹ وغیرہ میں جگہ دلوا سکتے ہیں وغیرہ... سو اسی سلسلے میں میں نے آج ان سے ملاقات

کی تھی... لیکن میں وہاں اچانک بے ہوش ہو گیا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... اچھا جناب... میں تو اب اجازت چاہوں گا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی... اور ملازم ان کی طرف لپکا۔

"آپ کا فون ہے جناب گھر سے..."

"اوہ اچھا..." یہ کہ کر وہ ملازم کے ساتھ اندر کی طرف چل دیے... ریسیور اٹھا کر انھوں نے کہا:

"السلام علیکم.. محمود... یہ تم ہو۔"

"جی ہاں! آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"ہاں! میں پھنسا تو بہت برا تھا... لیکن اللہ کی مہربانی سے اب میں بالکل آزاد ہوں... البتہ ایک الجھن ابھی تو پڑی ہے۔"

"اور وہ کیا ؟"

"وہیں آ رہا ہوں۔" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اسی وقت پروفیسر جھرلوس اور سر کریم اندر داخل ہوئے... اور صوفے پر بیٹھ گئے...

"اچھا جناب... میں چلتا ہوں... اس سلسلے میں کوئی بات معلوم ہو تو ضرور بتا دیجیے گا... اگر کوئی نامعلوم شخص تمباکو پینے والے پائپ کے بارے میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہیے

تو اس کی اطلاع بھی دیجیے گا۔"

"ہوں... اچھا۔" سر کریم نے کہا اور وہ باہر نکل آئے۔

ان کے ذہن میں الجھنیں اور زیادہ ہو گئی تھیں... اسی عالم میں وہ گھر پہنچے... وہاں... سبھی موجود تھے... خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو دیکھ کر وہ اور بھی خوش ہو گئے...

"اُف جمشید... ہم تمھارے لیے کس قدر بے چین تھے۔"

"میں اپنی کہانی سناتا ہوں... پھر تمھاری سنوں گا... اس کے بعد ہم غور کریں گے۔"

"گویا آپ غور کی دعوت دیں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں اسے لینا دعوت، اس کیس میں پتا بھی ہے... چھٹیوں کے دوران وارداتیں کی جا رہی ہیں۔"

"ارے باپ رے... تو کیا ہمارے گھر میں بھی۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"یہ ضروری نہیں... لیکن ایسا ہو بھی سکتا ہے۔"

"بھئی پہلے کہانی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سنائیے ابا جان... یوں بھی ہمیں کہانی سنے ایک مدت گزر گئی... اچھی سی کہانی سنائیں... اور ہاں، شہزادوں، بادشاہوں، جنوں، بھوتوں، پریوں، چڑیلوں اور جادوگروں کی کہانی نہ سنانا شروع کر دیں... اب ان کے زمانے نہیں رہے..." فاروق نے

جلدی جلدی کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"گک... گک... کیوں... کیوں... کیا ہوا؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ابا جان! اس کیس کی کہانی سنانے چلے ہیں۔"

"تت... تو اس میں کہیں چلے جانے کی کیا ضرورت ہے، یہیں رہ کر بھی سنا سکتے ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا... بس... اگر اب تم بولے تو ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں..." فاروق نے منہ بنایا۔

"میرا خیال ہے... ہم لوگ دوسرے کمرے میں چلے جاتے ہیں، تم پہلے کر لو۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"سوری ابا جان... اب ہم میں سے کوئی ایک لفظ بھی نہیں بولے گا۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"جی بالکل... اس پورے جملے میں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ہم سے اللہ سمجھے۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"اس نے بھی بغیر کسی لفظ کے جملہ بول دیا... کمال ہے۔"

دادا تیرے کی

"بس اسی کی کمی تھی۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"میں سمجھ گیا..." انسپکٹر جمشید غرائے۔

"جی... جی... کیا سمجھ گئے آپ۔" فاروق فوراً ان کی طرف مڑا۔

"یہ کہ تم یہ چاہتے ہو کہ چوبیس گھنٹے گزر جائیں اور مجرم کا منصوبہ کامیاب ہو جائے... ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔"

وہ دھک سے رہ گئے... کئی سیکنڈ تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... آخر محمود نے دبی آواز میں اور ڈرے ڈرے انداز میں کہا:

"یہ آپ نے کیا کہہ دیا ابا جان۔"

"مجرم نے مجھے چوبیس گھنٹے کا وقت دیا ہے۔"

"کیا اس نے کسی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

"ہاں! میری زبان کو... میرے عہد کو۔" وہ پُراسرار انداز میں بولے۔

"ہم... سمجھے نہیں۔"

"سمجھ بھی کیسے سکتے ہو... تمھیں تو اِدھر اُدھر کی باتوں کی پڑی ہے۔"

"اوہو! آپ تو کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گئے... کم از کم ہم تینوں اب ہرگز نہیں بولیں گے۔" محمود نے گویا اعلان کیا۔

"شکریہ! اب سنو... میں اس کے بالکل قبضے میں تھا... وہ چاہتا تو مجھے بہت آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا... اس نے مجھے گیس سنگھا کر بالکل بے کار کر دیا تھا... میں ہاتھ پیر تک ہلانے کے قابل نہیں رہا تھا... صرف آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا... اور ذہن سے سوچ سکتا تھا... اِدھر اُدھر دیکھنے کے لیے بھی سر کو نہیں گھما سکتا تھا... ان حالات میں اس نے مجھ سے ایک سودا کیا... اور وہ یہ کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کا سراغ لگا کر دکھاؤں... ورنہ اعلان کر دوں کہ انسپکٹر جمشید دعوتوں کے چور کا سراغ نہیں لگا سکے... اس چور کا جو بڑے لوگوں کی دعوتوں کے دوران صرف سگریٹ لائٹر، تمباکو پینے کی قسم کی چیزیں اڑاتا ہے... نہ انسپکٹر جمشید یہ جان سکے کہ اس کا ان چیزوں کو چرانے سے مقصد کیا ہے... اور بس... بس مجھے اپنی شکست کا اعلان کرنا ہو گا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور میں نے اس کی یہ پیشکش [illegible] ... سراغ لگانے کے لیے ہمارے پاس چند نام [illegible] چرائی گئی ہیں... وہ حیران ضرور ہیں [illegible] چرائے جانے کی وجہ وہ بھی نہیں [illegible] چولی سے ملا ہوں... وہ [illegible]

سرکریم سے ملاقات کی ہے... چند دن پہلے ان کا تمباکو پینے
کا پائپ بالکل اسی طرح ان کے گھر دعوت کے دوران پانچ
مسلح آدمیوں نے اڑایا تھا... اس پورے کیس میں دو عجیب
باتیں ضرور ہیں۔"

"اور وہ کیا ابا جان..." محمود بولا۔

"ایک تو یہ کہ چیزیں بہت غیر اہم قسم کی چرائی جا
رہی ہیں... اور دوسرے یہ کہ مجھ سے ایک صاحب نے یہاں
آکر ملاقات کی ہے... ان کا نام پروفیسر جھرلوس ہے... کچھ
دیر بعد جب میں سرکریم سے مل کر باہر نکل رہا تھا، تو
اسی وقت پروفیسر جھرلوس بھی وہاں آ گئے... اس وقت
مجھے معلوم ہوا، وہ سرکریم کے دوست ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اس نے آپ سے ملاقات کیوں
کی تھی؟"

"وہ چاہتا تھا... میں اسے کسی تجربہ گاہ میں فٹ کروا
دوں یا ایٹمی پلانٹ میں شامل کروا دوں... کیونکہ ان کا
کہنا ہے... وہ بہت کام کا سائنس دان ہے... لیکن اسے
نظر انداز کیا جا رہا ہے۔"

"ہوں... لیکن ابا جان... یہ بات بھی ہمارے کچھ
زیادہ کام نہیں آ سکتی..." فرزانہ نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچتا ہوں... خیر... تم بھی اپنی کہانی سنا
دو۔" انھوں نے کہا۔

انھوں نے تفصیل کر سنائی...

"اس کا مطلب ہے... ہم نے کم از کم اس شخص کے
پانچ آدمی تو پکڑ ہی لیے ہیں... اور ایک عمارت بھی ہم
ایسی جانتے ہیں... جہاں وہ ان لوگوں سے ملاقات کرتا ہے،
اور وہ عمارت ضرور شہر میں کہیں ہے... وہ جنگل والی
عمارت نہیں ہو سکتی... جس میں مجھے رکھا گیا تھا۔"

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"تب پھر... آؤ چلیں۔"

"اور یہ آپ بتائیں گے نہیں کہ کہاں چلیں۔" فاروق بولا۔

"یہ بتانے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے... نہ بتائیں... ویسے آپ پہلے اس
عمارت کو دیکھنا پسند کریں گے... جس میں پانچوں اس سے
ملاقات کرتے رہے ہیں۔"

"ہائیں! بھئی تم نے تو بوجھ لیا... خیر کوئی بات نہیں..."
انسپکٹر جمشید نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"دوسرے آپ پروفیسر جھرلوس کی نگرانی شروع کرا
سکتے ہیں۔"

"یہ بھی کروں گا... اس کیس میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ مجرم اپنی شہرت بہت زیادہ چاہتا ہے... شاید اسی لیے اس نے مجھے اغوا کرایا... تاکہ مجھ سے یہ عہد لے سکے کہ میں اخبارات میں اپنی شکست کا اعلان کر سکوں.. جو مجھے اس کے ہاتھوں نصیب ہوئی ہو... آخر کیوں... وہ بہت زیادہ شہرت کیوں چاہتا ہے... وہ یہ غیر اہم چیزیں کیوں چرا رہا ہے... وہ بھی خود نہیں... پانچ مسلح آدمیوں کے ذریعے۔"

"لیکن اب وہ کیا کرے گا... پانچ آدمی تو گرفتار کر لیے گئے ہیں۔"

"یہ ضروری نہیں... کہ اس کے لیے پانچ آدمی کام کرتے ہوں... پانچ کا کوئی اور گروپ بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں... یہ تو ٹھیک ہے۔"

وہ گھر سے روانہ ہوئے... اور آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد ایک شاندار کوٹھی کے سامنے رک گئے... انھوں نے دیکھا... کوٹھی کے دروازے پر سردار داراب خان کے نام کی [illegible]... وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتے تھے... [illegible] بھی اس شخص کے ذریعے لڑتے

"ہاں!" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

محمود نے دستک دی... جلد ہی وہ سردار داراب خان کے ساتھ ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے... ڈرائنگ روم... جس کی ہر چیز سے دولت مندی ٹپک رہی تھی...

"آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی... کیا میں جرائم پیشہ لوگوں میں شامل کر لیا گیا ہوں۔"

"جی... جی نہیں... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب... آپ تو ہمارے ملک کے بہت اہم آدمی ہیں۔"

"یہ تو خیر کہنے کی باتیں ہیں انسپکٹر جمشید... میں جانتا ہوں، آپ مجھے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔"

"یہ آپ نے کیسے کہہ دیا۔"

"اچھا خیر... اس بات کو چھوڑیں اور یہ بتائیں... کیسے تشریف آوری ہوئی۔"

"قریباً پندرہ دن پہلے آپ کے گھر میں ایک شاندار دعوت دی گئی تھی۔"

"ہاں بالکل اور دعوت دینا کوئی جرم نہیں ہے۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"میں نے یہ کب کہا جناب کہ دعوت دینا جرم ہے۔" انسپکٹر جمشید بھی برا مان گئے۔

"میں نے غلط کہہ دیا... اپنی بات جاری رکھیں۔"
"اس دعوت میں آپ کا سگریٹ کیس اڑایا گیا تھا؟"
"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے۔"
"کیا وہ سگریٹ کیس بہت قیمتی تھا؟" انھوں نے پوچھا۔
"نہیں... اتنا خاص قیمتی نہیں تھا... دراصل ہر وقت ہاتھ میں رکھنے والی چیز میں زیادہ قیمتی نہیں خریدتا... اس کی وجہ گم ہو جانے کے ہر وقت امکانات ہوتے ہیں... اس وقت تک میں کم از کم بیس پچیس سگریٹ کیس گم کر چکا ہوں۔"
"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔
"ہاں تو وہ کیس اتنا قیمتی نہیں تھا اور کچھ۔"
"اس چوری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"
"وہ ضرور پاگل تھے... وہ چاہتے تو اس روز لاکھوں کے زیورات لے جا سکتے تھے... لیکن انھوں نے صرف اور صرف میرا سگریٹ کیس مجھ سے طلب کیا... اور بس۔" سردار داراب خان نے کہا۔
"واقعی بہت زیادہ عجیب بات ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔
"اسی طرح اس نے ہر دعوت میں کیا ہے... آخر کیوں... کیا آپ کوئی وجہ بتا سکتے ہیں..." انسپکٹر جمشید بولے۔
"جی نہیں... میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"گویا آپ قطعاً کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے۔"
"جی نہیں..." انھوں نے کہا۔
"آپ پروفیسر جھرلوس کو جانتے ہیں؟"
"جی... پروفیسر جھرلوس۔" انھوں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔
"تو آپ انھیں نہیں جانتے۔"
"یہ آپ سے کس نے کہا... میں انھیں جانتا ہوں.. بہت اچھی طرح جانتا ہوں... میں تو آپ کی بات سن کر حیران ہوا تھا... آخر اس واقعے پہ پروفیسر جھرلوس کا ذکر کیسے نکل آیا؟"
"اس کی بھی ایک وجہ ہے... اور وہ وجہ ہم آپ کو بعد میں بتائیں گے۔"
"جیسے آپ کی مرضی... میں انھیں جانتا ہوں... بہت اچھے آدمی ہیں... کبھی کبھار ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔"
"ہوں... شکریہ... آؤ بھئی چلیں۔"
باہر نکل کر انسپکٹر جمشید نے سیٹھ سالار چولی کو فون کیا اور ان کی آواز سن کر پوچھا:
"سیٹھ صاحب! آپ پروفیسر جھرلوس کو جانتے ہیں؟"
"جی... جی ہاں! بہت اچھی طرح جانتا ہوں... وہ اکثر ملنے

کے لیے آتے رہتے ہیں۔"

"شکریہ جناب۔" انھوں نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا، اور ان سے بولے:

"لو بھئی... سیٹھ صاحب بھی پروفیسر جھرلوس کو جانتے ہیں، اب وہ گئے سرکریم، ان کے ہاں تو میں انھیں دیکھ ہی چکا ہوں۔"

"تب پھر باقی رہ جانے والے نام بھی چیک کر لیں... تاکہ ہم جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔"

انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا، اور غازی سرور امجد کو فون کیا، یہ بھی بہت بڑے دولت مند آدمی تھے...

"ہیلو غازی سرور امجد بات کر رہا ہوں۔"

"اور میں انسپکٹر جمشید ہوں سر... آپ سے ایک دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"تشریف لے آیئے..." انھوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے... شکریہ۔" انھوں نے کہا۔

"وہاں پر جانا ہی پڑے گا... میں نے تو سوچا تھا کہ فون پر ہی بات کر لیتے ہیں... لیکن اب میں سوچ رہا ہوں، اس کیس سے متعلق لوگوں سے مل لینا چاہیے۔"

"تو پھر چلیے... بسم اللہ کیجیے۔"

وہ غازی سرور امجد کے ہاں پہنچے... وہ بہت روکھے انداز میں ملے:

"مجھے کسی کیس میں تو شامل کرنے کا پروگرام نہیں ہے۔"

"جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں ہے... کچھ روز پہلے آپ نے اپنے دوستوں کو ایک شان دار دعوت دی تھی۔"

"یہ کوئی خاص بات نہیں... میں اپنے دوستوں کو شان دار دعوتیں دینے کا شوقین ہوں۔"

"اس دعوت میں کوئی واردات ہوئی تھی۔"

"واردات... ارے ہاں... وہ پانچ اُچکے آئے تھے... اور پستولوں کے زور پر میرا حقہ لے گئے تھے۔"

"کیا کہا جناب... حقہ..؟"

"ہاں حقہ... میں ننھا سا ایک حقہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں... یہ دیکھیے... اب بھی میرے دائیں طرف رکھا ہے... میں اس کے ذریعے تمباکو پیتا ہوں۔"

یہ سن کر انھیں بہت حیرت ہوئی... انسپکٹر جمشید نے فوراً سوال کیا:

"کیا آپ پروفیسر جھرلوس کو جانتے ہیں؟"

"ہاں! انھیں کون نہیں جانتا... بہت بڑے آدمی ہیں۔"

"جی... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں... بہت بڑے آدمی

ہیں... جناب وہ تو صرف ایک سائنس دان ہیں... بڑے آدمی نہیں ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ آپ کا خیال ہے... دیکھا جائے تو پروفیسر بھرلوس بہت بڑے آدمی ہیں... اس ملک میں بہت کم لوگ ان جتنے بڑے ہوئے ہوں گے۔"

"کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں؟"

"یہ آپ سے کس نے کہ دیا؟"

"ہم یہی محسوس کر رہے ہیں جناب۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی... پروفیسر بھرلوس بہت بڑے آدمی ہیں۔"

"آخر کیسے... کیا سائنس دان ہونے کے ناطے..."

"جی نہیں... سائنس دان تو وہ شوقیہ ہیں... ان کے پاس زمین نہ جانے کتنی ہے... کتنے ہوٹل ہیں ان کے، بڑے بڑے کارخانے ہیں ان کے... کپڑے کی کئی ملیں ہیں ان کی... اور آپ یہ بات نہیں مان رہے کہ وہ بہت بڑے آدمی ہیں۔"

"واقعی ہمیں یہ باتیں معلوم نہیں تھیں... لیکن جناب... اگر آپ کی باتیں درست ہیں تو پھر وہ بے چارے کسی

تجربہ گاہ میں ملازمت کے کیوں خواہش مند ہیں؟"

"دراصل وہ اپنا نام صرف اور صرف سائنس کے حوالے سے روشن کرنا چاہتے ہیں... وہ چاہتے ہیں... ان کے ملک کے لوگ انھیں پروفیسر داؤد کی طرح خیال کریں۔"

"اوہ اچھا... یہ بات ہے... خیر جناب... تو آپ کا حقہ گیا ہے... آپ اس کے لیے پریشان تو نہیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل نہیں... وہ کوئی خاص حقہ نہیں تھا۔"

"کمال ہے... یہ لوگ خاص چیزوں کی طرف تو نظر بھی نہیں ڈالتے... اور معمولی ترین چیزوں کو آخر کیوں اڑا رہے ہیں..." انھوں نے کہا۔

"اس پر مجھے بھی..."

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اندرونی حصے میں اسی وقت زلزلے کے آثار محسوس ہوئے تھے... پھر کوئی چیخ بھی گونجی...

سراغ

زلزلے کی آوازوں نے انھیں اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا تھا... لیکن غازی سرور امجد اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں تھے... نہ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھرے تھے:

"یہ... یہ آوازیں کیسی ہیں جناب؟"

"کوئی خاص بات نہیں... میرا چھوٹا بھائی... بے چارہ۔" انھوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا چھوٹا بھائی بے چارہ... کیا بات ہوئی ہے جناب۔"

"بے چارہ پاگل ہو گیا ہے... ڈاکٹر صاحبان اسے چیک کرنے جب بھی آتے ہیں... اسی وقت وہ اودھم مچانے لگتا ہے... اب جب تک اسے نشے کا انجکشن نہیں لگا دیا جاتا... وہ پرسکون نہیں ہو گا۔"

"مہربانی فرما کر ہمیں ان سے ملوایئے... ان کے بے ہوش ہونے سے پہلے پہلے..."

"کیوں... آپ کیا کریں گے ان سے مل کر۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس ایسے ہی... کیا آپ نہیں چاہتے کہ ان سے ملیں۔"

"میں یہ چاہ کر کیا کروں گا..." انھوں نے منہ بنایا... پھر اٹھتے ہوئے بولے:

"آیئے... میں آپ کو اس کے پاس لے چلتا ہوں... ہیروئن کا شکار بن کر رہ گیا ہے... کم بخت..." انھوں نے کہا۔

"جی... ہیروئن کا۔" محمود اور فاروق ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! ہیروئن... پتا نہیں کہاں سے اسے یہ لت لگ گئی، پھر یہ دن رات ہیروئن کے نشے میں رہنے لگا... اور آخر کار ڈاکٹروں کی پوری ایک ٹیم مجھے اس کے علاج کے لیے لگانا پڑی۔"

وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے اندرونی حصے کے ایک کمرے تک آئے... اندر کا منظر دیکھ کر وہ ہل کر رہ گئے، لوہے کی ایک مسہری سے ایک نوجوان کو زنجیروں سے باندھا گیا تھا... وہ ان زنجیروں سے خود کو آزاد کرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا... اور ساتھ ہی چیخ رہا تھا...

"ن... نہیں... نہیں... نہیں... مجھے انجکشن نہ لگانا... ورنہ
میں تم سب کو کچا چبا ڈالوں گا... میں سب سمجھتا ہوں... میں
وہ نہیں ہونے دوں گا... جو تم چاہتے ہو... چھوڑ دو مجھے،
ظالمو چھوڑ دو..."

اسی وقت انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں اتر گئی...
اس نے ایک چیخ ماری... اور پھر اس کی گردن ایک طرف
لڑھک گئی...

"چلو چھٹی ہوئی... اب یہ کل تک تو ہوش میں آئے گا
نہیں..." ایک ڈاکٹر نے کہا۔

پھر وہ قدموں کی آہٹ سن کر مڑے:

"اوہ! آپ ہیں۔" وہی ڈاکٹر بولا۔

"کیا حال ہے... میرے پیارے بھائی کا۔"

"صرف پچیس فیصد امید ہے ان کے ٹھیک ہونے کی،
کیوں کہ انھوں نے ہیروئن کا استعمال اس قدر زیادہ کیا ہے کہ
کیا بتائیں... انتہا کو پہنچی ہوئی حالت ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... میں چاہتا ہوں میرا بھائی جلد از
جلد ٹھیک ہو جائے۔"

"ہم تو اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں سر... لیکن زہر ان
کی ہر رگ میں سرایت کر چکا ہے۔"

"اگر آپ اسے نہ بچا سکے تو میں تو بے موت مر جاؤں گا۔"

"اللہ نہ کرے... آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔" ایک ڈاکٹر
بولا۔

"آپ نے دیکھ لیا... یا کچھ اور دیکھنا پسند کریں گے؟" غازی
سرور امجد ان کی طرف مڑا:

"میرے خیال میں تو آپ کو چاہیے... انھیں ہسپتال میں
داخل کرا دیں... یہاں وہ بات نہیں ہو سکتی... جو ہسپتال
میں..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا... لیکن یہ نہیں مانے،
کہنے لگے، اس طرح بھائی نظروں کے سامنے رہے گا۔"

"اچھا جناب... اب ہم چلیں گے۔"

وہ باہر نکل آئے... انسپکٹر جمشید نے باہر آتے ہی کہا:

"اس کیس کی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جتنے لوگوں
کے گھروں میں واردات ہوئی ہے... ان سب کا تعلق پروفیسر
جھرلوس سے ضرور ہے۔"

"واقعی یہ ایک عجیب ترین بات ہے... اور دوسری عجیب
ترین بات یہ کہ وہ نامعلوم آدمی اپنے پانچ کارکنوں سے
چرائی ہوئی چیز کس وقت وصول کرتا ہے... کیوں کہ سیٹھ
سالار پھولی کی کوٹھی سے ہم نے ان کا تعاقب کیا تھا اور

یہ تعاقب اس وقت تک جاری رہا... جب تک وہ اپنے مکان میں داخل نہ ہو گئے... لیکن ہم نے اس مکان کی بہت اچھی طرح تلاشی لی تھی... اور سگریٹ لائٹر وہاں کہیں نہیں ملا تھا... ان کا کہنا ہے کہ ان کا باس نہ جانے کس طرح چرائی چیز ان سے حاصل کر لیتا ہے... وہ تو جب جیب ہلکی محسوس ہوتی ہے... اس وقت دیکھتے ہیں۔"

"اس سلسلے میں کچھ جاننے کے لیے ہمیں ان پانچوں کو کھنگالنا ہو گا... یا پھر کسی اور جگہ دعوت ہو... اور وہ باس یہ پروگرام بنائے۔"

"اب وہ پروگرام کس طرح بنائے گا... جب کہ اس کے آدمی گرفتار ہو گئے ہیں۔"

"وہ دوسرے یا تیسرے گروپ سے کام لے سکتا ہے۔"

"ہوں... واقعی نہ جانے کتنے گروپ اس نے بنا رکھے ہوں گے۔"

"لیکن کس لیے... کیا ان معمولی چیزوں کے لیے۔"

"ہو سکتا ہے... ابھی اپنے آدمیوں کو ٹریننگ دے رہا ہو۔" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"خیال اچھا ہے... دل کو لگا۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹریننگ مکمل ہو جانے کے بعد پھر وہ ان سے بڑی بڑی وارداتیں کرائے گا۔"

"ہاں! یہ تو ہو گا... آؤ ذرا ان پانچوں سے دو دو باتیں کر لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پانچوں سے تو پانچ پانچ باتیں ہونی چاہییں۔" فاروق مسکرایا۔

"پھر شروع ہو گئے۔" فرزانہ نے اسے ٹوکا۔

"کیوں! اب کیا ہے۔"

"وقت ضائع ہو گا... ابا جان کے پاس وقت پہلے ہی بہت کم ہے۔"

"بہت خوب! لیکن ابھی ہمارے پاس پوری ایک رات پڑی ہے۔"

"ارے ہاں! آج تو ہمیں تمام رات کام کرنا پڑے گا۔"

وہ دفتر پہنچے... اکرام انھیں حوالات کے اس کمرے کی طرف لے آیا جس میں انھیں رکھا گیا تھا...

"ان کی ضمانت کی کسی نے کوشش تو نہیں کی۔"

"ایک وکیل ہیں... راؤ باری... وہ ضمانت کی کوشش کر رہے ہیں... لیکن میں نے عدالت کو آپ کا خصوصی اجازت نامہ دکھا کر بتا دیا کہ ابھی ان کی ضمانت نہیں لی جا سکتی، کسی بڑے انکشاف کی اُمید ہے۔"

"اچھا کیا..." انھوں نے کہا اور دروازے سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

"ہیلو دوستو... کیا حال ہے؟"

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا...

"تم اپنے باس کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

"نہیں جناب۔" ایک نے فوراً کہا۔

"اچھا... یہ تو بتا سکتے ہو کہ اس کے ساتھ کب سے کام کر رہے ہو؟"

"صرف دو ماہ میں۔" وہی بولا۔

"اوہو اچھا... ان دو ماہ میں اس نے تم سے بس اس قسم کے کام لیے ہیں؟"

"جی ہاں! ہمارے علاوہ کچھ اور لوگ بھی باس کے لیے کام کرتے ہیں۔"

"بہت خوب ان گروہوں میں سے کسی آدمی کی نشان دہی کر سکتے ہو؟"

"ایک بار میری ملاقات اپنے ایک پرانے جرائم پیشہ سے ہوئی تھی... اس نے باتوں باتوں میں بتایا کہ آج کل وہ ایک انتہائی پراسرار آدمی کے لیے کام کر رہا ہے... جب اس نے بتایا کہ وہ نامعلوم آدمی کیا کام لے رہا ہے تو اس نے یہی کام

بتایا... اور جب ہم نے جگہ کے بارے میں بات کی تو وہ جگہ ایک ہی نکلی... اس وقت معلوم ہوا کہ باس پانچ پانچ آدمیوں کے ایک سے زیادہ گروہوں سے کام لے رہا ہے۔"

"بہت خوب! چلو یہ بات تو ثابت ہو گئی... تم تنخواہ پر کام کر رہے ہو یا اجرت پر؟"

"وہ ہمیں پانچ پانچ ہزار روپے ماہانہ دیتا ہے۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے... تمھاری گرفتاری کے بعد اب وہ اس عمارت میں تو ملاقات کرے گا نہیں۔"

"بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں جناب۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھا یہ بتائیں... وہ چیزیں کس وقت وصول کر لیتا ہے؟"

"یہ راز ہم آج تک معلوم نہیں کر سکے۔"

"کیوں... کیا اس عمارت میں وہ چیزیں وصول نہیں کر سکتا؟"

"ہاں! کر سکتا ہے... لیکن نہیں کرتا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"بھلا ہمیں جھوٹ بول کر کیا فائدہ ہو گا... اب وہ ہمیں چھڑا تو سکے گا نہیں۔"

"اس کا وکیل تم لوگوں کی ضمانت کے لیے کوشش کر رہا ہے... لیکن جب تک میں نہ چاہوں... تمھاری ضمانت نہیں ہو

سکے گی... لہذا تم اگر اس کا خیال چھوڑ کر میرے ساتھ تعاون کرو تو میں ضمانت پر رہا کرا سکتا ہوں... لیکن شرط یہ ہے کہ تم آئندہ زندگی میں کبھی جرائم نہ کرو۔"

"ہم تیار ہیں۔"

"تو پھر بتاؤ... چوری ہوئی چیزوں کو وہ کس طرح وصول کرتا ہے۔"

"اس کے لیے اس نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا ہے..." اس نے کہا۔

اور وہ حیرت زدہ رہ گئے... کیوں کہ اب تک تو وہ انکار کرتا رہا تھا... اب یکایک بتانے کے لیے آمادہ ہو گیا...

"بہت خوب... جلدی بتا دو... وہ کیا طریقہ ہے۔"

عین اسی وقت زلزلہ سا آ گیا... پورا دفتر خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھا... ہر طرف گرد و غبار کے بادل چھا گئے... اور جب یہ بادل چھٹے... تو وہ پانچوں حوالات سے غائب تھے۔

"یہ کیا ہوا بھئی۔"

"ہم نے نامعلوم باس کو معمولی آدمی خیال کیا تھا... اور یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی... وہ کوئی منجھا ہوا جرائم پیشہ ہے... مزے کی بات یہ ہے کہ ہم ابھی تک ان وارداتوں کا مقصد تک نہیں جان سکے۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم صبح تک اس کا سراغ شاید نہ لگا سکیں۔"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا... ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ سراغ لگانے کے سلسلے میں دانتوں پسینہ ضرور آ جائے گا۔"

"چلیے خیر... اس کی تو کوئی بات نہیں... آخر بے چارے دانتوں کو بھی پسینہ آنا چاہیے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم اس سے وہ انوکھا طریقہ بھی معلوم نہیں کر سکے۔"

"ہاں! اسی کا افسوس ہے۔"

"اب آپ اس کا سراغ کس طرح لگائیں گے۔"

"ابھی وہ عمارت رہتی ہے... جس میں وہ ان سے ملاقات کر رہا ہے... جس عمارت میں مجھے قید کیا گیا تھا... وہاں وہ خود نہیں آتا تھا... اس لیے وہاں سے کوئی کام کا سراغ نہیں ملا... پہلے ہم اس عمارت کا جائزہ لیں گے۔"

"اور ابا جان! آپ پروفیسر جھرلوس کو بھول رہے ہیں۔"

"راؤ باری کے بارے میں کیا خیال ہے... وہ ان پانچوں کی ضمانت کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"ہاں! پہلے عمارت، پھر راؤ باری اور اس کے بعد جھرلوس، ویسے اس ناول میں پروفیسر جھرلوس بھی کم اہم نہیں ہے۔"

وہ اسی وقت عمارت کی طرف روانہ ہو گئے... پتا ان سے
پوچھ ہی لیا تھا... عمارت کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا، تالے
کو توڑ دیا گیا اور وہ پوری احتیاط سے اندر داخل ہوئے... اکرام
اپنے عملے اور ماہرین کے ساتھ آیا تھا... انھوں نے اپنا کام
شروع کر دیا... انسپکٹر جمشید کی توجہ کا مرکز وہ کمرہ تھا... جس میں
وہ بیٹھے تھے... انھوں نے میز اور کرسیوں کا بغور جائزہ لیا..
لیکن ان پر نہ تو انگلیوں کے نشانات ملے... نہ کسی اور قسم
کا کوئی نشان...

"ایک بات قابل غور ہے ابا جان..." ایسے میں فرزانہ
نے کہا۔

"اور وہ یہ کہ باس اس عمارت میں کس طرف سے آتا تھا،
کیا صدر دروازے سے اس طرح تو وہ نقاب پوش بن کر
ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔" محمود نے فوراً کہا۔

"اس کا مطلب ہے... اس عمارت کے نیچے کوئی تہ خانہ
یا سرنگ ہے... وہ کسی اور راستے سے اس تہ خانے میں
آتا ہو گا... اور وہاں سے اوپر..."

"ٹھیک ہے... تہ خانہ کی تلاش شروع کر دو۔" انسپکٹر
جمشید نے پُرجوش انداز میں کہا۔

اب وہ اس کام میں جُت گئے... تمام کمرے ایک جیسے

تھے... کسی کمرے میں کوئی مختلف چیز نظر نہ آئی... فرشوں کا بھی
بغور جائزہ لیا گیا... دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھا گیا... آخر
ایک جگہ دیوار اندر سے کھوکھلی محسوس ہوئی... اس جگہ کو
جب اور غور سے چیک کیا گیا تو وہاں ایک بہت باریک سی
درز نظر آئی... چاقو کی نوک سے اس درز پر دباؤ ڈالا
گیا تو ایک چوکور خانہ پیدا ہو گیا... اور نیچے جاتی سیڑھیاں
نظر آ گئیں...

"یہ ہے وہ راستہ... جس کے ذریعے باس اندر آتا
رہا ہے۔"

"مزا آ گیا۔" فاروق بولا۔

"شکر ہے... تمھیں بھی مزا آیا۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"بھئی مزے کا کیا ہے... کسی کو بھی آ سکتا ہے..."
خان رحمان مسکرائے۔

"ایک مزے کی بات میں بھی بتا دوں۔" ایسے میں پروفیسر
داؤد بول اٹھے۔

"ضرور انکل... کیوں نہیں۔"

"میں شدید بھوک محسوس کر رہا ہوں۔"

"ارے باپ رے... اس وقت تو یہاں کھانے کو کچھ بھی
نہیں ہو گا... خیر باہر سے منگواتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں... کھائیں گے گھر جا کر ہی... ذرا جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرو۔"

"لیکن ابا جان... آخر یہ لوگ یہاں آتے رہتے ہیں، کچھ دیر رکتے بھی رہے ہیں... کھانے پینے کا کچھ تو انتظام یہاں ہوتا ہی ہوگا... میں نے باورچی خانے میں خشک خوراک کے چند ڈبے دیکھے تھے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہو اچھا... تو پھر جاؤ... یہ کام تم ہی کرو۔"

"بالکل... جو بولے وہی کنڈا کھولے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

محمود بُرے بُرے منہ بناتا چلا گیا... لیکن جب اس کی واپسی ہوئی تو اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے:

"کیا بات ہے... کسی ڈبے میں کچھ نہیں ملا؟"

"یہ... یہ بات نہیں ہے۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر جو بات ہے... وہ بتا دینے میں کیا حرج ہے؟" فاروق نے جل کر کہا۔

"اس کمرے میں ایک عدد سراغ موجود ہے۔" محمود نے کہا۔

"سراغ..." ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر وہ سب باورچی خانے کی طرف لپکے... پروفیسر داؤد بھی اپنی بھوک کو بھول گئے... لپکنے والوں میں وہ بھی شامل تھے...

سامنے کی بات

باورچی خانے میں خوراک کے کچھ ڈبے کھلے پڑے تھے، وہ خالی تھے... جو بند تھے، وہ ایک الماری میں رکھے تھے... ڈبے کے ڈھکنے کاٹنے والا ایک کٹر ان ڈبوں کے اوپر رکھا تھا... یہاں ایک میز اور کرسی بھی موجود تھی... میز پر بھی ایک خاص ڈبا موجود تھا... میز پر چند خون کے قطرے بھی موجود تھے جو خشک ہو چکے تھے... خون کے چند قطرے فرش پر بھی تھے:

"یہاں تو مجھے کوئی سراغ دور دور تک نظر نہیں آتا۔" فاروق بولا۔

"تو اس میں دور جانے کی کیا ضرورت ہے... ایک کمرہ ہی تو ہے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"محمود... انھیں بتاؤ... سراغ کہاں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا آپ دیکھ چکے ہیں..." محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں! کیا تمھارے خیال میں مجھے وہ سراغ نظر نہیں آ سکتا تھا۔"

"یہ بات نہیں ابا جان... اگر مجھے نظر آ سکتا ہے، تو آپ کو کیوں نہیں نظر آ سکتا۔"

"تب پھر تم نے حیرت کا اظہار کیوں کیا..." فاروق نے اسے گھورا۔

"اس لیے کہ ابا جان ابھی دروازے پر ہی رکے کھڑے ہیں... اندر تو خیر ابھی کوئی بھی داخل نہیں ہوا... سوائے میرے... وہ بھی اب نہیں... جب میں پہلے آیا تھا... دروازے پر رہ کر میرے خیال میں اس سراغ کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔"

"خیر بھئی... میں لگا چکا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"حیرت ہے... آخر وہ سراغ ہے کیا... اور ہمیں کیوں نظر نہیں آ رہا۔" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"فرزانہ... صرف تم اندر جاؤ اور دیکھ کر بتاؤ... محمود نے کون سا سراغ دریافت کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا اور احتیاط سے اندر داخل ہو گئی۔

"اور ہاں! اگر سراغ نظر آ جائے تو بتانا نہیں... کاغذ پر نوٹ کر کے کاغذ جیب میں رکھ لینا۔"

"ارے باپ رے..." فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تمھیں کیا ہوا؟"

"اب مجھے بھی یہی کرنا ہو گا... یعنی کاغذ پر لکھ کر جیب میں رکھنا ہو گا۔"

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن تم فکر نہ کرو... یہ کام تو خان رحمان، پروفیسر صاحب اور اکرام بھی کریں گے۔"

"مار ڈالا..." خان رحمان نے گھبرا کر کہا، اور وہ مسکرا دیے۔

اسی وقت فرزانہ نے جیب سے کاغذ نکالا، اور اس پر کچھ لکھنے لگی... پھر کاغذ جیب میں رکھ کر وہ دروازے پر آ گئی...

"تو تم نے بھی سراغ دیکھ لیا۔"

"اور کیا کرتی... ایسا کرنے پر مجبور تھی۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"چلو فاروق! اب تمھاری باری ہے۔"

"یا اللہ رحم..." اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا، اور اندر جانے لگا۔

"جان کیوں نکلی جا رہی ہے... عقل کو ہاتھ مارو..." محمود ہنسا۔

فاروق نے ایک زوردار ہاتھ اپنے سر پر مارا... اور بولا:

"بس تسلی ہو گئی۔"

"یہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے... ہاتھ تم نے اپنی غلطی پر مارا ہے... میری عقل پر نہیں۔"

فاروق نے گردن گھما کر اسے گھورا اور پھر اندر پہنچ گیا... اس نے چند سیکنڈ تک ان چیزوں کا جائزہ لیا... اور پھر جیب سے کاغذ نکال کر کچھ لکھنے لگا...

"ایکٹنگ کر رہا ہے... اسے کچھ نظر نہیں آیا۔" محمود نے کہا۔

"یہ وقت بتائے گا... جب کاغذ پڑھا جائے گا۔"

"یہ تو تم نے شعر کہہ دیا۔" خان رحمان ہنسے۔

"جی ہاں! کبھی کبھی میرے اندر کسی شاعر کی روح بھی حلول کر جاتی ہے نا... ایک تو میں ان روحوں سے [illegible]... جب دیکھو، منہ اٹھائے چلی آ

رہی ہیں حلول کرنے کے لیے۔۔" فاروق نے تلملا کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ روحوں کو کیا پڑی ہے، اور پھر روحیں اتنی فالتو بھی نہیں ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ میں کچھ غلط کہہ گیا ہوں۔"

"اب تم باہر آتے ہو یا نہیں۔۔۔" انسپکٹر جمشید تیز آواز میں بولے۔

فاروق جلدی سے باہر آ گیا:

"چلو خان رحمان۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ارے باپ رے۔۔۔" وہ گھبرا کر بولے اور اندر داخل ہو گئے۔۔۔ ایک منٹ تک بغور جائزہ لیتے رہے، پھر بولے:

"نہیں بھئی۔۔۔ مجھے تو یہاں کوئی سراغ وراغ نظر نہیں آ رہا۔۔۔ آخر میں ٹھہرا ایک ریٹائرڈ فوجی۔۔۔ کوئی ریٹائرڈ سراغ رساں تو ہوں نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ باہر آ گئے۔۔۔

"پروفیسر صاحب۔۔۔ اب آپ کی باری ہے۔۔۔ آپ کی بھوک نے ہی تو یہ گل کھلایا ہے۔"

"خیر ابا جان۔۔۔ باورچی خانے کا بھی جائزہ تو ہمیں لینا ہی تھا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

پروفیسر صاحب بھی اندر گئے اور منہ بناتے ہوئے واپس آ گئے۔۔۔ باہر آ کر انھوں نے کہا:

"جس کا کام۔۔۔ اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا باجے میں ہوں صرف ایک سائنس دان۔"

"چلو اکرام! اب تمھاری باری ہے۔"

"جی۔۔۔ جی۔۔۔ کیا مجھے بھی جانا پڑے گا۔" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"انکل! صرف کمرے کے اندر ہی تو جانا ہے۔۔۔ اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ ہاں۔۔۔ واقعی۔۔۔" اکرام نے کہا، اور اندر داخل ہو گیا۔۔۔ اس نے ایک ایک چیز کو بغور دیکھا اور پھر منہ بناتا ہوا باہر آ گیا۔۔۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔۔۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔۔۔ ویسے یہ ضروری نہیں کہ فاروق اور فرزانہ کی سمجھ میں بھی کچھ آ ہی گیا ہے۔"

"جی۔۔۔ جی ہاں! ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم نے جو سمجھا ہو، وہ وہ نہ ہو جو محمود نے سمجھا ہے۔"

"اچھا! اب پہلے محمود بتائے گا۔"

"ہمیں ایک بہت خوب صورت سراغ ملا ہے... اس میز پر
چند خون کے قطرے موجود ہیں... وہی خون کے قطرے فرش
پر بھی ہیں... گویا ان میں سے کوئی ایک خوراک کا ڈبا
کھول رہا تھا، ڈبے کے ڈھکنے کا کوئی کنارہ اس کی
انگلی میں چبھ گیا... اس سے پہلے یہاں یہ احتیاط کی جاتی
رہی ہے کہ ہر کام ہاتھوں پر دستانے پہن کر کیا جاتا رہا
ہے... اسی لیے تو ہمیں پوری عمارت سے انگلیوں کے
کوئی نشانات نہیں مل سکے... آپ کے ذہنوں میں یہ بات پہلے
ہی موجود ہے... کہ ہم پوری عمارت سے نشانات نہیں
حاصل کر سکے... کیوں ٹھیک ہے۔"

"ہاں! ٹھیک ہے... لیکن کیا یہاں انگلیوں کے نشانات
ہیں۔"

"بالکل ہیں... ہونے بھی چاہییں۔"

"آخر کس طرح... کیا یہاں احتیاط نہیں کی گئی ہو گی۔"

"ضرور کی گئی ہو گی... لیکن انگلی پر زخم آ جانے کی وجہ
سے ہاتھ پر سے دستانہ اتارنا پڑا ہو گا... اور اس کے
بعد یہاں چند چیزوں پر انگلیوں کے نشانات ضرور آ گئے
ہوں گے... ہمیں ان نشانات کو بھی اٹھانا ہے... دوسری
بات یہ کہ یہ خون بھی ہمارے کام آئے گا... ان پانچوں

کی انگلیوں پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا... اور یہ خون زیادہ پرانا
نہیں ہے... زخم زیادہ سے زیادہ کل آیا ہو گا... اس کا مطلب
ہے... یہ زخم ان پانچوں میں سے کسی کی انگلی پر نہیں... بلکہ
ان کے باس کی انگلی پر آیا تھا... جو ان کا یہاں انتظار کر
رہا تھا... یا ان کے جانے کے بعد وہ بھوک محسوس کر کے
ادھر آ گیا ہو گا۔"

"لیکن ابا جان... ذرا یہ بھی تو سوچیں... باس کے پاس
پانچ کا صرف ایک گروپ نہیں... ایک سے زائد گروپ ہیں۔"
فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! میں مانتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"یہ ہو سکتا ہے، زخم دوسرے گروپ کے کسی فرد کی
انگلی پر آیا ہو... اس صورت میں ہمیں ان پانچ میں سے
کسی کی انگلی پر زخم کس طرح نظر آ سکتا تھا۔"

"فرزانہ کا اعتراض معقول ہے... لیکن میرے پاس ایک وجہ
ہے... جس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ زخم باس کی
انگلی پر ہی آیا تھا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ کے پاس وجہ ہے... تو ہمیں بھی بتا دیں۔" فاروق
نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن کیوں... وہ وجہ بھی تم خود کیوں نہیں محسوس کر سکتے؟"

انھوں نے ایک بار پھر کمرے کا بغور جائزہ لیا... ان کے ساتھ دوسروں نے بھی لیا اور پھر محمود زور سے اچھلا:

"اوہو... آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔"

"تو میں نے کب کہا کہ میں بالکل ٹھیک نہیں کہتا۔" ان کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"کمال ہے... محمود اور مجھ سے آگے نکل گیا..." فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہاں! واقعی... آگے نکلنے کا ٹھیکہ تو تم نے لے رکھا ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی... بات کیا ہو رہی تھی اور یہ کیا لے بیٹھے۔" محمود نے جل کر کہا۔

"ارے واہ! میں بھی سمجھ گئی۔"

"رہ گیا میں... میں ٹھہرا غیر حاضر دماغ... اوہ مگر نہیں... وجہ تو بالکل سامنے ہے۔" فاروق چونکا۔

"کمال ہے... کیا ہم لوگوں کی آنکھیں نہیں ہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"بالکل ہیں! لیکن بات دراصل یہ ہے انکل کہ سراغ رسانی

آپ کا کام نہیں ہے... یہ ہمارا کام ہے۔"

"اچھا بھائی... تم ہی بتا دو... یہ نشانات اور خون باس کا کس طرح ہو سکتے ہیں؟"

"باس کے یہ اس طرح ہو سکتے ہیں کہ... بتا دو ابا جان۔" محمود نے ان کی طرف دیکھا۔

"بتا دو بھئی... بتا دو اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"باورچی خانہ بہت بڑا ہے... اس میں بہت جگہ خالی پڑی ہے... یہاں خوراک کے ڈبے الماری میں بہت ہیں... لیکن اس کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ خالی ڈبے صرف ایک دو سے زائد نہیں ہیں... یہاں صرف ایک پلیٹ اور ایک چھری موجود ہے... چمچہ بھی ایک ہی ہے... گویا اس کمرے میں صرف اور صرف باس بیٹھتا رہا ہے... اس کے ماتحتوں میں سے کوئی کبھی اس طرف نہیں آیا۔"

"اوہ، اوہ..." باقی لوگوں کے منہ سے نکلا۔

"[illegible]... حیرت ہے... یہ تو واقعی بالکل سامنے کی بات تھی۔" پروفیسر داؤد

"اس قسم کی باتوں سے ہی جاسوسی کی گاڑی آگے بڑھتی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور یوں بھی ابا جان... باس کے ماتحت یہاں بہت تھوڑی دیر کے لیے آتے ہوں گے... جب کہ باس کو یہاں [illegible] زیادہ دیر ٹھہرنا پڑتا ہو گا... ایک گروپ کو فارغ کر کے دوسرے گروپ کا انتظار..." محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک..." وہ ایک ساتھ بولے۔

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ یہ خون اور نشانات باس کے ہیں اور اس طرح ہم اس کیس کا ایک اہم سراغ حاصل کرنے میں آخر کامیاب ہو ہی گئے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اس سراغ سے ہم کس طرح مدد لیں، ہم تو ابھی تک یہ بات نہیں جانتے کہ باس کون ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہم اندازے تو لگا سکتے ہیں... اور پھر ان [illegible] کے خون کے نمونے اور انگلیوں کے نشانات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ کیسے؟"

"پروفیسر جبرلوس کی طرف محمود، فاروق اور فرزانہ جائیں گے، یہ تینوں اس کی انگلیوں کے نشانات اور خون [illegible] کر آئیں گے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا فرمایا... ہم نمونہ لے کر آئیں گے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! ہیں، خان رحمان اور پروفیسر صاحب سیٹھ سالار چولی کے ہاں جائیں گے۔"

"تک... کیا مطلب... کیا وہ بھی مجرم ہو سکتے ہیں۔" پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا انکل۔" محمود مسکرایا۔

"ایک تو تمھارے اس جملے نے ناک میں دم کر دیا ہے۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"انکل! اگر آپ کو یہ جملہ پسند نہیں تو ہم اس سے اپنی زبانوں کو روک لیتے ہیں۔"

"نہیں خیر... کبھی کبھار بول دینے میں تو کوئی حرج نہیں۔" پروفیسر بولے۔

"سفارشی بھی تو ہر وقت ان کے تیار ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اور سفارشی بھی بہت تگڑے قسم کے۔"

"سفارشی ہونا ہی تگڑا چاہیے... جیسے ہمارے سفارشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز ہوں گے۔"

"سبحان اللہ! کیا بات کہی۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو گئے۔

"میرا خیال ہے... ہمیں اپنی مہم پر روانہ ہو جانا چاہیے... کیوں کہ وقت بہت کم ہے۔"

دونوں ٹیمیں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئیں... چھوٹی پارٹی پروفیسر جھرلوس کے دروازے پر پہنچی ... محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی... جلد ہی ایک نوعمر لڑکی باہر نکلی:

"فرمائیے..." اس نے انھیں حیران ہوتے دیکھا۔

"ہمیں پروفیسر صاحب سے ملنا ہے۔"

"وہ اب کل سے پہلے کسی سے نہیں ملیں گے۔"

"کیوں... کیا بات ہے؟" محمود چونکا۔

"ان کی طبیعت خراب ہے۔"

"اچھا... تو ہم طبیعت پوچھ لیں گے... مہربانی فرما کر ہمارا کارڈ ان تک پہنچا دیں۔"

"ان کی ہدایت مجھے یہی ہے کہ وہ آج کسی سے نہیں ملیں گے۔"

"لیکن ہم سے تو انھیں ملنا ہی پڑے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" لڑکی چونکی۔

"ایک بہت اہم سلسلے میں آئے ہیں ہم... آپ ہمارے کارڈ ضرور لے جائیں... ورنہ ہم ان سے ملاقات کا دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"دوسرا طریقہ کیا ہے؟" لڑکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"دوسرا طریقہ ذرا ناپسندیدہ ہے۔"

"ہوں... خیر... مجھے کیا... میں کارڈ دے دیتی ہوں... ان کو۔" اس نے بھی بُرا سا منہ بنا کر کہا اور اندر مڑ گئی... لیکن اس کی واپسی بہت جلد ہوئی... دوڑتی ہوئی آئی...

"ارے باپ رے... آپ... آپ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تو ہم نے کب کہا تھا کہ ہم کسی اور کے بچے ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر آپ مجھے پہلے ہی بتا دیتے تو میں آپ کو اسی وقت اندر لے جاتی۔"

"خیر کوئی بات نہیں... اب بھی کچھ نہیں بگڑ گیا، چلیے۔"

وہ اس کے ساتھ ایک اندرونی کمرے میں آئے... یہاں مسہری پر پروفیسر جھرلوس لیٹے ہوئے تھے...

"خیر تو ہے جناب۔"

"طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے... مجھے بہت افسوس ہے... میں آپ سے ہاتھ بھی نہیں ملا سکوں گا... دراصل مجھے بہت سردی لگ رہی ہے۔"

"آپ نے کسی ڈاکٹر کو نہیں بلایا۔"

"ڈاکٹر آکر جا چکا ہے... اس نے ہدایت کی ہے... کہ بستر سے

ہاتھ پیر تک باہر نہ نکالوں گا۔"

"اوہو... اچھا... اتنی طبیعت خراب ہے آپ کی۔"

"ڈاکٹر کا کہنا ہے... اگر میں نے احتیاط نہ کی تو مجھے فالج ہو سکتا ہے۔"

"ارے باپ رے... یہ تو بہت خوفناک بیماری کا نام ہے۔"

"ہاں! اسی لیے تو میں خوف زدہ ہوں... آپ فرمائیے... آپ کس طرح آئے۔"

"جی بس... کیا بتائیں... آپ کی انگلی کا زخم کیسا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"انگلی کا زخم... تک... کون سی انگلی... کیا میری کوئی انگلی بھی زخمی ہے... بیٹی عرفانہ... تم نے مجھے بتایا تک نہیں..." پروفیسر جھروس اس کی طرف مڑے۔

"ہم... میں نے... اوہ ہاں! مجھے افسوس ہے کہ میں... لیکن ڈیڈی آپ کی انگلی کیسے زخمی ہوئی تھی... آپ نے تو بتایا تک نہیں۔"

"میری انگلی کب زخمی ہوئی تھی... ارے ہاں... میری تو کوئی انگلی زخمی نہیں ہوئی... یہ... یہ کیسا سوال تھا... بھئی۔" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہمیں تو یہی بتایا گیا تھا... کمال ہے۔"

"آپ آئے کس طرح۔"

"جی کار کے ذریعے۔" فاروق نے شرما کر کہا۔

"میرا مطلب ہے... کس سلسلے میں آئے ہیں۔" پروفیسر جھروس کا منہ بن گیا۔

"اوہ اچھا... آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم کس سلسلے میں آئے ہیں... دراصل ہمیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کی انگلی زخمی ہو گئی ہے، ہم نے سوچا... آپ کی مزاج پرسی ہی کر آئیں۔"

"یہ غلط ہے... میری انگلی زخمی نہیں ہے۔" انھوں نے فوراً کہا۔

"تب پھر جو چیز بھی زخمی ہے... ہم اس کی مزاج پرسی کر لیتے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" عرفانہ نے کہا۔

"اگر یہ کوئی بات نہیں ہوئی تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں... یہ ہمارا قصور تو نہیں ہے۔"

"کیا آج آپ اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کے چکر میں ہیں۔" عرفانہ نے انھیں گھورا۔

"نہیں... دراصل ہماری بہت خواہش تھی کہ ہم پروفیسر صاحب سے ملاقات کریں... ان سے ہاتھ ملائیں... ملاقات تو ہو گئی ہاتھ نہیں ملا سکے... لیکن نہیں... ڈاکٹر نے انھیں ہاتھ کمبل سے باہر نکالنے سے منع کیا ہے... ہم کمبل کے اندر تو ہاتھ ملا

سکتے ہیں۔۔۔ اتنے بڑے سائنس دان سے اگر ہم ہاتھ ملائے بغیر واپس چلے گئے تو کس قدر مایوسی ہو گی اور اگر کسی نے پوچھ لیا تو ہم اسے کیا بتائیں گے۔۔۔ یہ کہ ہم تو ان سے ہاتھ بھی نہیں ملا سکے۔"

"معاملہ سنگین ہے۔" عرفانہ بولی۔

"ہے نا۔۔۔ تو پھر آپ اپنے ڈیڈی سے کہیے نا۔"

"یہ جملہ میں نے آپ سے نہیں۔۔۔ انھی سے کہا ہے۔"

"اوہو اچھا۔۔۔ ہم نے خیال کیا تھا کہ ہم سے کہا ہے۔"

"ڈیڈی۔۔۔ آپ ان سے ہاتھ ملا ہی لیں۔۔۔ کیوں کہ میں سمجھ گئی ہوں۔۔۔ ان کی بہت داستانیں اخبارات میں پڑھ چکی ہوں۔" اس نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب بیٹی۔۔۔ تم کیا سمجھ گئیں۔۔۔ جو میں نہیں سمجھ سکا۔" انھوں نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ کسی جاسوسی چکر میں آئے ہیں۔"

"جاسوسی چکر میں۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ بھلا کسی جاسوسی چکر سے میرا کیا تعلق۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جاسوسی چکر سے اگر آپ کا تعلق نہیں ہے۔۔۔ تو آپ ہم سے ہاتھ ملا لیں۔۔۔ ورنہ ہم آپ کو مشکوک آدمیوں کی خدمت میں شامل کر لیں گے۔"

"معاملہ کیا ہے۔" وہ بولے۔

"آپ نے تو سنا ہو گا۔۔۔ آج کل ایک چور صاحب پیدا ہوئے ہیں۔۔۔ جو لوگوں کی صرف معمولی چیزیں اپنے آدمیوں کے ذریعے چرواتے ہیں۔۔۔ مثلاً سگریٹ لائٹر۔۔۔ تمباکو پینے کا پائپ۔۔۔ حقہ وغیرہ۔۔۔ ہے کوئی تک۔۔۔ تمام قیمتی چیزیں چھوڑ کر بس وہ حضرت یہ چیزیں چرا رہے ہیں لیکن۔۔۔ اس کا ارادہ خطرناک لگتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے۔۔۔ جیسے ان وارداتوں سے اس کا مقصد کچھ اور ہے۔۔۔ وہ مقصد کیا ہے۔۔۔ ہم یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ!" پروفیسر نے چونک کر کہا۔

"اس سلسلے میں پہلا شک آپ پر ہے۔۔۔ کیا وہ شخص آپ ہی تو نہیں ہیں۔"

"حد ہو گئی یعنی کہ۔۔۔ بھلا مجھے سگریٹ لائٹر اور تمباکو پینے کا پائپ جیسی چیزیں چرانے کی کیا ضرورت۔۔۔ کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں۔۔۔ کیا میری اس کوٹھی میں آپ نے غربت کے آثار دیکھے ہیں۔"

"نہیں۔۔۔ ہر چیز سے امارت ٹپک رہی ہے۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں۔"

"تب پھر میں اس قسم کی وارداتیں کس لیے کرنے لگا اور پھر میں کوئی جرائم پیشہ ہوں۔"

"جو شخص بھی یہ وارداتیں کر رہا ہے، وہ کوئی غریب آدمی

نہیں ہے... یہ وارداتیں کرانے کے سلسلے میں ہزاروں روپے خرچ
کر چکا ہے اور چیزیں کتنے کی چرائی ہیں... چند سو روپے کی جگہ
وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے لاکھوں روپے لوٹ سکتا تھا... لیکن
اس نے اپنے کارکنوں کو صرف اور صرف وہ چیزیں چرانے کی
اجازت دی جس کی اسے ضرورت تھی... سوال یہ ہے کہ وہ
ایسا کیوں کر رہا ہے... یہ تو کوئی اور ہی چکر ہے... اور ہم
اس چکر کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ہوں! لیکن اس سلسلے میں، آپ لوگ میرے ہاتھ کیوں
دیکھنا چاہتے ہیں؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے، جو ہم بتا نہیں سکتے۔"

"اچھی بات ہے... میں ہاتھ باہر نکال کر دکھا دیتا ہوں..."

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ باہر نکال دیا... انھوں نے دیکھا، اس
ہاتھ پر کوئی زخم نہیں تھا۔

"مہربانی فرما کر دوسرا ہاتھ بھی دکھا دیں۔"

"اچھا... یہ لو۔"

جونہی اس کا دوسرا ہاتھ باہر نکلا... ان کی چیخیں نکل گئیں...

اس کی تیاریاں

انسپکٹر جمشید نے سیٹھ سالار چولی کے دروازے کی گھنٹی بجائی،
ملازم نے فوراً شکل دکھائی:

"سیٹھ صاحب ہیں۔"

"ہاں! تشریف لے آئیں..."

وہ انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا... فوراً ہی سیٹھ
سالار چولی اندر داخل ہوئے۔

"خیر تو ہے... کیا کوئی اور بات ہو گئی۔"

تینوں حیرت زدہ رہ گئے... سیٹھ سالار نے اوور کوٹ پہن
رکھا تھا اور دونوں ہاتھ اس کوٹ کی جیبوں میں تھے،
وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سیٹھ سالار چولی اپنے دونوں
ہاتھ چھپا کر ان کے سامنے آئیں گے۔

"جی ہاں، خیریت ہی ہے... آپ اوور کوٹ میں نظر آ
رہے ہیں... کیا کوئی خاص بات ہے؟"

نہیں تو... میں گھر میں عام طور پر اوور کوٹ میں ہی رہتا ہوں... یہ کوئی نئی بات نہیں ہے... دراصل میں سردی زیادہ محسوس کرتا ہوں۔"

"ہوں! پھر بھی... آپ ہاتھ تو ملانا پسند کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔

"ضرور... کیوں نہیں۔" انھوں نے ہاتھ باہر نکالا... یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کی ایک انگلی پر پٹی بندھی تھی.... انھوں نے اپنے اندر جوش کی لہر محسوس کی...

"یہ... آپ کی انگلی پر کیا ہو گیا۔"

"کٹ گئی تھی..."

"اوہو... آپ چاقو سے کیا کرنے لگ گئے تھے۔"

"میرا سگریٹ لائٹر خراب ہو گیا تھا... اس کو ٹھیک کرنے کے سلسلے میں انگلی کٹ گئی تھی۔"

"اوہ اچھا — دراصل ہم اس کیس کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں... آپ کو ایک تصویر دکھانا چاہتے ہیں..." یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے جیب سے ایک تصویر نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔

"ذرا دیکھیے تو... آپ نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔"

انھوں نے تصویر ہاتھ میں لے لی اور چند سیکنڈ تک اسے دیکھتے رہے... پھر نفی میں سر ہلا کر بولے:

"نہیں... میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"شکریہ! اب ہمیں اجازت دیجیے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھے اور ان سے ہاتھ ملانے کے بعد آگے بڑھے:

"ایسی بھی کیا جلدی ہے... کم از کم چائے تو پی کر جائیں۔"

"نہیں... ہمیں آج رات بہت کام ہے..." یہ کہہ کر انھوں نے ہاتھ ملایا... پھر جونہی ہاتھ کھینچا... سیٹھ سالار چولی کے منہ سے سسکاری نکل گئی...

"کیا ہوا جناب... خیر تو ہے۔"

"آپ کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں کوئی چیز چبھ گئی شاید۔" انھوں نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ان کے ہاتھ کی طرف دیکھا... ہتھیلی سے خون رس رہا تھا... انھوں نے فوراً اپنا رومال نکالا اور ان کی ہتھیلی پر رکھ دیا...

"میرے ہاتھ میں تو ایسی کوئی چیز بھی نہیں ہے... کوئی انگوٹھی بھی نہیں ہے..." انسپکٹر جمشید نے ہاتھ انھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے... پھر میرے ہاتھ میں کیا چیز چبھ گئی۔"
انسپکٹر جمشید نے فرش پر نظریں دوڑائیں اور بولے:
"فرش پر ایک ننھی سی پن پڑی ہے... کیا یہ پن آپ کے ہاتھ میں تھی۔"
"ہم... میرے ہاتھ میں... نہیں تو۔"
"کمال ہے... اوہ... ہاں... یہ شاید میرے کوٹ کے کالر میں تھی... کالر سے نکل گئی ہو گی، اور میرے ہاتھ میں چلی آئی، عین اسی وقت میں نے آپ سے ہاتھ ملایا۔"
"خیر کوئی بات نہیں... اس میں آپ کا کیا قصور۔"
"آپ انگلی پر پٹی باندھ لیں۔"
"شکریہ... آپ فکر نہ کریں۔"
اور وہ باہر نکل آئے...
"کمال کر دیا بھئی... خون کا نمونہ بھی لے آئے... انگلیوں کے نشانات بھی لے آئے... اور انگلی پر زخم کا نشان بھی دیکھ آئے... اسے کہتے ہیں کاری گری۔" پروفیسر داؤد بولے۔
"لیکن... اس میں ایک الجھن ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
"الجھن کیسی۔"

"ہم نے جب ان سے دعوت کے دوران ملاقات کی تھی، اس وقت تو ان کی انگلی زخمی نہیں تھی... جب کہ اس عمارت کے باورچی خانے میں پڑے ہوئے خون کے قطرے کم از کم ایک دن پہلے ضرور ہوں گے... صحیح وقت تو خیر لیبارٹری رپورٹ سے معلوم ہو گا۔"
"دعوت کے دوران کیا ہم نے ان کے ہاتھ کی انگلیوں کو دھیان سے دیکھا تھا۔" خان رحمان نے کہا۔
"نن... نہیں... اس وقت یہ بات کب سامنے آئی تھی۔"
"تو پھر جس چیز کو ہم نے غور سے دیکھا تک نہیں... اس کے بارے میں کس طرح کہا جا سکتا ہے... کہ زخمی تھی، یا نہیں؟" پروفیسر داؤد نے کہا۔
"آپ کی بات میں وزن ہے اور ہم اس پر غور کریں گے... ویسے انگلی کے زخمی ہونے کی تفصیلات تو ہمیں ان کے گھریلو ملازمین سے بھی مل سکتی ہیں۔"
"ہو سکتا ہے... انھوں نے ملازمین کو سکھا پڑھا دیا ہو، یا واقعی اپنی انگلی زخمی ہوتے دکھا دی ہو۔"
"ہوں! اصل مسئلہ انگلیوں کے نشانات کا ہے... وہاں جو چھری موجود تھی... یا جو گلاس وہاں سے ملا ہے... اس پر بھی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں... اور یہ نشانات ضرور

دستانے اتارنے کے بعد آتے ہوں گے... اس وقت وہ اتنی
توجہ نہ دے سکا..."

"تب پھر ہم نے ان کے نشانات تو حاصل کر ہی لیے
ہیں... اب دیر کس بات کی... چیک کرا لیتے ہیں۔"

"ہاں! پہلے ہم یہی کام کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ اسی وقت لیبارٹری پہنچے... خون سے خون ملایا گیا اور
انگلیوں کے نشانات ملا کر دیکھے گئے... جلد ہی رپورٹ ان کے
سامنے تھی... انچارج نے انھیں بتایا:

"نشانات اور خون ایک ہی آدمی کے ہیں۔"

"اوہ! اس میں کوئی شک تو نہیں۔"

"جی نہیں... لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آ سکی۔" انچارج
نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"اس عمارت سے ملنے والا خون اتنا نیا نہیں۔"

"وہ تو ہم جانتے ہیں... اس میں کیا نئی بات ہے...
جو سمجھ میں نہیں آتی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" انچارج نے کہا۔

"تو مطلب بتاؤ نا بھئی۔"

"سر... یہ خون کم از کم ایک ہفتے پہلے جسم سے نکلا تھا۔"

"ہاں جناب۔" اس نے پُریقین انداز میں کہا۔

"خیر... ہم اس پر غور کریں گے... آپ کو یہ تو یقین ہے نا
کہ جس خون کا نمونہ میں لے کر آیا ہوں... وہ اسی آدمی کا
ہے جس کا خون عمارت سے ملا ہے۔"

"ہاں جناب! بالکل۔"

وہ وہاں سے باہر نکل آئے:

"اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے... سیٹھ سالار چولی مجرم ہے۔" پروفیسر داؤد
نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ انھوں نے
یہ وارداتیں کیوں کرائیں۔"

"ہمارے پاس شاید اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"ہاں! بھئی مشکل ہے... تاہم ہمارا کیس بہت مضبوط
بن گیا ہے... عدالت سیٹھ سالار چولی کو سزا دیے بغیر
نہیں رہ سکتی۔"

"کیا عدالت ہم سے یہ نہیں پوچھے گی... کہ انھیں یہ
سب کرنے کی آخر ضرورت کیا تھی۔"

"ضرور پوچھے گی اور ہم اس سوال کا جواب تلاش
کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"جب کہ آپ کے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! چند گھنٹے ہیں... پروا نہ کرو۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

"لیکن خون ایک ہفتہ پہلے کا ہونے کی کیا وجہ سمجھ میں آتی ہے۔"

"کوئی پریشانی کی بات نہیں... اس کا پروگرام تو کئی ہفتوں سے جاری ہے... بہت سے بڑے لوگوں کی چیزیں اس نے چرائی ہیں۔"

"گویا اب صرف وجہ تلاش کرنے کا کام رہ گیا ہے۔"

"اور وہ میں کر لوں گا... اب باقی کام میرا ہے... آپ لوگ کچھ دیر آرام کر لیں... بہت دیر سے مارے مارے پھر رہے ہیں۔"

"لیکن صبح ہونے سے پہلے اسے گرفتار بھی تو کرنا ہے۔"

"ہاں!... بالکل ایسا ہی کریں گے... میں ایک دو ضروری کام کر لوں۔"

انھوں نے ان سب کو گھر کے دروازے پر اتار دیا اور خود ایک سمت میں روانہ ہو گئے۔

"اب یہ مجرم کے گرد اپنا جال مکمل کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔" محمود بولا۔

"یہ ان کا پرانا طریقہ ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے... یہ اونٹ اس کروٹ بیٹھے گا۔"

"لیکن ہمارے ذہن اب تک الجھن کے شکار ہیں... آخر انھوں نے یہ سب کیوں کیا... کیا ہم وجہ کے بارے میں کچھ نہیں سوچ سکتے۔"

"میرا خیال ہے... اگر ہم کوشش کریں تو ہم ابھی جان سکتے ہیں۔" فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے؟"

"پرانے اخبارات کا مطالعہ کرنا ہے... ہم چند ماہ پہلے کے اخبارات میں ان خبروں کو پڑھنا شروع کرتے ہیں، جو سیٹھ سالار چولی کے بارے میں شائع ہوئے ہیں۔"

"ہوں! یہ ٹھیک رہے گا... شاید اس طرح کوئی وجہ ہماری سمجھ میں آ جائے۔"

اب وہ لائبریری میں مصروف ہو گئے... خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے بھی ان کا ساتھ دیا... اس طرح ایک وقت میں پانچ اخبار دیکھے جانے لگے... وہ سیٹھ سالار چولی

کے بارے میں شائع ہونے والی خبریں پڑھتے چلے گئے... اور
آخر ان کا کام ختم ہو گیا:

"سیٹھ سالار چولی اس مرتبہ قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے
کی تیاری کر رہے ہیں... اور شاید اس لیے وہ بڑے بڑے
آفیسروں کی دعوتیں کرتے رہتے ہیں... ان کی کامیابی
کا زبردست امکان ہے... لیکن جو شخص ان کے مقابلے
میں الیکشن لڑنے والا ہے... وہ بھی کم نہیں ہے... گویا
مقابلہ برابر کا ہے... بہت سخت ہے۔"

"لیکن یہ بات اب تک صاف نہیں ہو سکی... کہ انھوں
نے یہ وارداتیں کیوں کرائیں۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی اور انسپکٹر جمشید
اندر آ گئے...

"چلو بھئی... کام تیار ہے۔"

"کیا مطلب... کام تیار ہے۔"

"ہاں! مجرم کے گرد میں نے اپنا جال مکمل کر لیا ہے۔"

"تو کیا آپ وہ وجہ بھی جان چکے ہیں... جس کی
بنیاد پر اس نے یہ وارداتیں کرائی ہیں۔"

"سب باتیں آئینے کی مانند صاف ہو چکی ہیں۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے... ہمیں بھی آئینے کی طرح صاف

باتیں پسند ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"تو آپ ہمیں یہیں تمام باتیں بتا دیں نا..." محمود نے
بے چین ہو کر کہا۔

"نہیں بھئی... یوں مزا نہیں آئے گا۔" وہ مسکرائے۔

آخر وہ ان کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے... ایسے میں
بیگم جمشید ان کے سامنے آ کھڑی ہوئیں:

"کھانا بالکل تیار ہے... اور آپ لوگ کھانے بغیر نہیں جا سکتے۔"

"اور اگر اس درمیان مجرم بھاگ نکلا۔"

"وہ اتنا بے وقوف نہیں۔" وہ مسکرائیں۔

"کیا مطلب؟ اتنا بے وقوف نہیں... پھر تو وہ ضرور بھاگے
گا۔" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"آپ سمجھے نہیں... میرا مطلب ہے... وہ جانتا ہے... بھاگ
کر کہاں جا سکے گا... لہذا بھاگنے کی بے وقوفی نہیں کرے گا۔"

"لیکن بیگم... ابھی تو اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں
کہ ہم اس کے گرد جال مکمل کر چکے ہیں۔"

"اس صورت میں تو آپ اور بھی اطمینان سے کھانا کھا
سکتے ہیں۔"

"وقت تیرے کی۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہار مان گئے نا۔" پروفیسر داؤد ہنسے۔

اور پھر انھیں کھانا کھانا پڑا... اس کے بعد وہ باہر نکلے... اپنی گاڑی میں بیٹھ کر سیٹھ سالار چولی کے گھر پہنچے... انھوں نے دروازہ کھولا... اور حیرت زدہ انداز میں بولے:

"اتنی رات گئے آپ پھر آ گئے ہیں... کیا آپ رات کو آرام نہیں کرتے؟"

"جب ہم کوئی کیس کرتے ہیں نا... تو ہمارے لیے رات اور دن برابر ہوتے ہیں... بعض اوقات تو ہمیں یہ احساس بھی نہیں رہ جاتا ہے کہ ہم دن کے اوقات میں چل پھر رہے ہیں... رات کے اوقات میں۔"

"ہوں... خیر... آئیے۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

وہ ان کے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے:

"ہم نے اس کیس کے مجرم کا سراغ لگا لیا ہے۔"

"اوہو اچھا... کیا واقعی۔" وہ بے یقینی کے عالم میں بولے۔

"اتنی رات گئے آنے کی بس یہی وجہ ہے۔"

"بہت خوب... تو پھر بتائیے... کون ہے وہ۔"

"میں اس طرح نہیں بتایا کرتا... ایسے بتانا ہوتا تو پھر آپ کو فون کر دیتا۔"

"تو پھر... آخر آپ کیسے بتاتے ہیں۔"

"کیا مجھے چند فون کرنے کی اجازت ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور کیوں نہیں۔"

انھوں نے باری باری تمام لوگوں کو فون کیا اور سیٹھ سالار چولی کے ہاں آنے کی دعوت دی... ہر ایک نے ناک بھوں چڑھائی اور کہا کہ یہ کون سا وقت ہے آنے کا... وہ بھی اس قدر سردی میں... لیکن انسپکٹر جمشید کے آگے ان کی ایک نہ چلی... لہذا آدھ گھنٹے کے اندر سب لوگ وہاں جمع ہو گئے... پھر اکرام بھی اندر آ گیا:

"اکرام! ڈاکٹر صاحب کو بھی یہیں بلا لو... بے چارے الگ بیٹھ کر بور ہوں گے۔"

"ڈاکٹر صاحب... کون ڈاکٹر صاحب؟"

"ابھی آ جاتے ہیں۔"

اکرام اٹھ کر چلا گیا... پھر داخل ہوا تو اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب تھے:

"ارے! یہ تو ڈاکٹر ارشاد بھائی ہیں۔" سیٹھ سالار چولی نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں! ان کا بھی اس کیس سے گہرا تعلق ہے۔"

"یا اللہ رحم... یہ سب کیا ہو رہا ہے... آپ کیا کرتے جا رہے ہیں؟"

"بس آپ خاموشی سے سنتے جائیے۔" انسپکٹر جمشید نے

ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ سالار چولی نے بھی جھلا کر کہا۔

"اگر آپ درمیان میں بولتے رہے تو میں اپنی بات پوری طرح واضح نہیں کر سکوں گا۔"

"اچھا کہیے... کیا بات ہے؟"

"ہمارے شہر میں کچھ دنوں سے عجیب و غریب اور سادہ سی وارداتیں ہو رہی ہیں... مثلاً آپ کا سگریٹ لائٹر چرایا گیا... سرکریم صاحب کا تمباکو پینے کا پائپ اس سے بھی پہلے چرایا جا چکا ہے... سردار میاں بھی یہاں موجود ہیں... ان کا سگریٹ کیس اڑایا گیا... اسی قسم کی اور وارداتیں بھی ہوئیں... آپ لوگوں نے اخبارات میں پڑھی ہی ہوں گی... وہ سب حضرات یہاں موجود ہیں... یہاں پروفیسر جھرلوس بھی موجود ہیں... جن کی کوئی چیز تو نہیں چرائی گئی... لیکن اس سارے کیس سے ان کا بھی تعلق ہے... یہاں غازی سرور امجد بھی موجود ہیں... جو پروفیسر جھرلوس کے دوست ہیں... یہاں راؤ بادی بھی موجود ہیں، جو مشہور وکیل ہیں... انھوں نے ان پانچوں مجرموں کی ضمانت کرانے کی کوشش کی تھی... جن کو ہم نے گرفتار کر لیا تھا... واضح رہے... یہ وارداتیں وہ پانچ آدمی ہی کرتے رہے ہیں... یا پھر پانچ کا ایک اور گروپ کرتا رہا ہے... گویا اصل مجرم نے

پانچ پانچ کے دو گروپ تیار کیے تھے... کبھی ایک گروپ سے وارداتیں کراتا تھا... تو کبھی دوسرے سے... اس کیس میں دو بڑے سوال سامنے آتے... مجرم ایسا کیوں کرا رہا ہے... اس کا مقصد آخر کیا ہے... اور دوسرا سوال یہ تھا کہ وہ کون ہے... اس دوران اس نے مجھے بھی اغوا کیا اور ایک گیس کے ذریعے مجھے بالکل بے بس کر کے یہ عہد لیا کہ میں صبح ہونے تک اسے گرفتار کر کے دکھاؤں... یعنی ان چیزوں کے اصل چور کو... ورنہ میں صبح اپنی ناکامی کی کہانی اخبارات کو خود دوں... میں نے منظور کر لیا اور پھر اس کیس پہ کام شروع کیا... اب ذرا میں شروع سے یہ ساری کہانی سناتا ہوں... ہم اس کیس میں اس وقت سے شروع ہوئے جب سیٹھ سالار صاحب کے ہاں دعوت ہوئی... انھوں نے دعوت میں ہمیں بھی بلایا تھا... ہم دعوت میں آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ پروفیسر داؤد صاحب کی طرف سے پیغام ملا کہ وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں... میں نے فوراً پروگرام میں تبدیلی کی اور محمود، فاروق اور فرزانہ کو اسی وقت پروفیسر صاحب کے ہاں بھیج دیا... خود میں اور خان رحمان دعوت میں آ گئے، لیکن جونہی ادھر پہنچے... میرا فون آ گیا... دوسری طرف سے آئی جی صاحب فون پر کہ رہے تھے کہ فوراً میرے پاس پہنچو... میں

فوراً روانہ ہوا ... لیکن درمیان سے مجھے اغوا کر لیا گیا... ادھر
محمود اور فاروق جب تجربہ گاہ پہنچے تو انھیں پروفیسر صاحب
نے بتایا کہ انھوں نے انھیں نہیں بلایا... اور وہ کوئی خطرہ
محسوس نہیں کر رہے... محمود، فاروق اور فرزانہ جب تجربہ گاہ
کی طرف روانہ ہوئے تھے، تو ایک کار میں پانچ آدمیوں نے
ان کا تعاقب کیا تھا... انھوں نے اس تعاقب کے بارے
میں بتایا تو پروفیسر صاحب بھی پریشان ہو گئے... لیکن ان
پانچوں کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہوا اور پھر یہ لوگ اس
نتیجے پر پہنچے کہ کوئی نامعلوم آدمی دراصل انھیں سیٹھ سالار کی
دعوت میں شریک ہونے سے روک رہا ہے... وہ چاہتا ہے
بس یہ دعوت میں شرکت نہ کر سکیں... انھوں نے سوچا...
آخر کیوں... وہ ایسا کیوں چاہتا ہے... کوئی وجہ سمجھ میں نہ
آئی... آخر یہ لوگ فوراً دعوت میں پہنچے... اور ان کے
سامنے ان کا سگریٹ لائٹر اڑایا گیا... محمود، فاروق اور فرزانہ
نے ان پانچوں کا تعاقب کیا اور اس گھر کو دیکھ لیا جس میں
وہ گئے... انھوں نے فوری طور پہ اس گھر کے گرد سادہ
لباس والے مقرر کر دیے اور خود واپس آ گئے... کیوں کہ
وہ تیل دیکھنا چاہتے تھے اور تیل کی دھار بھی... ادھر مجھے
ایک عمارت میں قید کر دیا گیا... ایک گیس کے ذریعے مجھے

بالکل بے کار کر دیا گیا اور وہاں میری سی آواز میں مجھ سے بات
کر گئے... اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ شخص آوازوں کی نقل
اتارنے میں اس قدر ماہر ہے کہ خود میں بھی دھوکا کھا گیا... اس
نے مجھے چیلنج کیا کہ میں اس کا سراغ نہیں لگا سکتا... وہ مجھے
چھوڑنے کے لیے تیار ہے... شرط یہ ہے کہ صبح ہونے تک
میرا سراغ لگا کر دکھائے اور گرفتار کر کے دکھائے... ورنہ
اپنی ناکامی کی داستان اخبار میں شائع کرائے... اس سے میں
نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی میرا پرانا دشمن ہے... جو اس طرح
مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے... اور بس... خیر میں نے بھی
کیس پر کام شروع کر دیا... سیٹھ سالار چولی سے پہلے سریم
کا تمباکو پینے کا پائپ بالکل اسی انداز میں اڑایا گیا تھا... اور
اس سے پہلے بھی کچھ وارداتیں ہوئی تھیں... میں نے اخبارات
میں سے ان تمام وارداتوں کی تفصیل نوٹ کی... اسی وقت مجھ
سے ملنے ایک صاحب آئے... ان کا نام پروفیسر جبرلوس ہے،
انھوں نے ملاقات کی غرض یہ بتائی کہ میں اپنے اثر و رسوخ
سے انھیں ایٹمی پلانٹ میں کوئی جگہ دلوا دوں... یا کسی اور
لیبارٹری میں... کیوں کہ وہ بہت قابل آدمی ہیں... اور ان
کی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں... اگر انھیں موقع دیا جائے
تو ملک اور قوم کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گے... میں

نے وعدہ کر لیا اور اس سوچ میں ڈوب گیا کہ آخر یہ شخص مجھ سے کیوں ملنے آیا تھا... اب چوں کہ میں ان لوگوں کی لسٹ بنا چکا تھا... جن کے ہاں سے اس قسم کی چیزیں چرائی گئی تھیں... اس لیے میں نے باری باری ان گھروں کو چیک کرنے کا پروگرام بنایا... اس سلسلے میں محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی خوب کام دکھایا...

ہم نے اس عمارت کو چیک کیا... جس میں مجھے قید کیا گیا تھا... لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا... پھر ان پانچ سے بھی ملاقات کی... جن کے گھر تک محمود، فاروق اور فرزانہ پہنچ گئے تھے اور انھیں گرفتار کر لیا گیا تھا... ان سے کچھ باتیں ضرور معلوم ہوئیں... لیکن کام کی کوئی بات معلوم نہ ہو سکی... تاہم ان کے ذریعے ہم اس عمارت تک ضرور پہنچ گئے... جس میں وہ اپنے باس سے ملاقاتیں کرتے تھے، ہم نے اس عمارت کا جائزہ لیا... ارے ہاں میں... عمارت کا ذکر بعد میں کروں گا... پہلے یہ بتا دوں کہ ہم نے جو لسٹ تیار کی تھی... اس کے مطابق سب سے پہلے میں راؤ باری کے ہاں بھی گیا تھا... جب میں ان سے سوالات کر کے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ پروفیسر جھرلوس وہاں اسی وقت پہنچے تھے... راؤ باری صاحب نے بتایا کہ پروفیسر

جھرلوس ان کے بہت اچھے دوست ہیں... اس کے بعد میں دوسروں سے باری باری ملا... اس دوران عجیب بات یہ بھی سامنے آئی تھی کہ جب ہم نے ان پانچ کو گرفتار کیا اور اس مکان کی تلاشی لی تو وہاں سے سگریٹ لائٹر نہ نکلا... یہ بات عجیب اس لیے تھی کہ سگریٹ لائٹر چرا کر وہ سیدھے اس گھر میں آئے تھے... اس وقت سے ان کی نگرانی شروع کر دی گئی تھی، جب تک وہاں سادہ لباس والے پہنچ نہیں گئے تھے، اس وقت تک محمود، فاروق اور فرزانہ وہاں سے نہیں ہلے تھے، لہذا سگریٹ لائٹر وہیں ہونا چاہیے تھا... لیکن انھوں نے بتایا کہ سگریٹ لائٹر باس تک پہنچ چکا ہے... یہ بات بہت حیران کن تھی اور اس بارے میں وہ کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں تھے... میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ان سے اگلوانے کی مہم شروع کرتا... لہذا میں نے خود سڑک کا جائزہ لیا اور پھر ایک عجیب نتیجے پر پہنچا... تعاقب ہونے کی صورت میں باس نے پہلے سے ڈبل انتظام کر رکھا تھا... یہ کہ دوسری کار میں پانچ آدمی اور ایک موڑ پر موجود تھے... سگریٹ لائٹر چرانے والوں کی کار موڑ کر بڑی سڑک سے اتر کر درختوں کے درمیان چلی گئی... اور دوسری کار وہاں سے آگے بڑھ گئی... محمود، فاروق

اور فرزانہ کو اس تبدیلی کا پتا تک نہ چل سکا..." وہ کہتے
چلے گئے...

"اوہ!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ان تمام واقعات سے یہ اندازہ لگانا ذرا بھی مشکل
نہیں کہ باس بہت چالاک ہے... اس نے یہ کام پوری
منصوبہ بندی سے کیا... ذرا ذرا سے کام میں بھی پوری
احتیاط کی گئی... یہاں تک کہ وکیل راؤ باری صاحب
سے بھی خفیہ طور پر معاوضہ طے [illegible] وہ ان پانچوں کی
ضمانت کرا دیں... معاوضہ بھی کسی [illegible] کے ہاتھ لفافے
میں ڈال کر بھیج دیا... یہ بیان راؤ با[illegible] کا ہے... اب
میں آتا ہوں، اس عمارت کی طرف... [illegible] میں باس اپنے
آدمیوں سے ملاقات کرتا تھا... جب [illegible] نے اس عمارت
کا جائزہ لیا تو پہلے تو وہاں کوئی خاص بات نظر نہ
آ سکی... لیکن پھر آخر کار ایک خاص بات نظر آ گئی...
ایسی خاص بات کہ اس نے کیس کا پانسہ الٹ دیا اور
ہم مجرم تک پہنچ گئے۔"

"اوہ!... اور وہ خاص بات کیا تھی۔" کئی آوازیں
ابھریں۔

"ابھی بتاتا ہوں... پہلے میں ذرا ایک جائزہ لے لوں،

مجرم بہت طاقت ور ہے... اس نے یہاں آنے سے پہلے
اپنی حفاظت کے انتظامات ضرور کیے ہیں... اور میں چاہتا
ہوں... وہ کسی طرح بھی فرار نہ ہو پائے۔"

یہ کہہ کر وہ اکرام کو ساتھ لے کر باہر نکل گئے...

"اُف توبہ... انسپکٹر جمشید نے ہمیں کس قدر سسپنس
میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"ہاں... واقعی... جی چاہ رہا ہے... فوراً ساری بات
معلوم ہو جائے، اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مجرم
کون ہے... اس نے یہ وارداتیں کیوں کی ہیں؟"

"ہمارے والد صاحب سسپنس پیدا کرنے میں بہت
ماہر ہیں... خود ہمیں بھی اکثر اوقات اصل بات نہیں بتاتے
اور عین وقت پر ہمیں بھی دوسروں کے ساتھ اچھلنا
پڑ جاتا ہے۔"

"اور آج... آج کیا صورت حال ہے؟" کسی نے ہنس
کر پوچھا۔

"آپ کے ساتھ ہی اچھلیں [illegible] نے منہ بنایا۔
دوسرے مسکرانے لگے... اسی وقت انسپکٹر جمشید اندر
داخل ہوئے... ان کے چہرے [illegible] اور خوف کے
آثار تھے...

"خیر تو ہے ابا جان؟"

"ہماری امیدوں سے بہت بڑھ کر اس نے انتظامات کر رکھے ہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ... اس پوری عمارت کو ڈائنامیٹ سے اڑانے کی تیاریاں کی جا چکی ہیں۔"

"ارے باپ رے..." خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"تب پھر پہلے ان تیاریوں کو فیل کریں... پھر باقی کہانی سنائیں۔"

"یہی تو مصیبت ہے... ہم ان تیاریوں کو ناکام نہیں بنا سکتے۔"

"وہ کیوں؟"

"یہ تیاریاں اس نے آج نہیں... پہلے سے کر رکھی ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی... کیا اسے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ یہاں سب کو جمع کریں گے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں! اسے یہ بات معلوم نہیں تھی... اس نے ایک اور وجہ سے ایسا کیا۔"

"تو پھر بتا دیں نا... اس نے ایسا کیوں کیا۔"

"ابھی نہیں... پہلے ہم اپنی کوشش کریں گے... میرا خیال ہے... ہمیں فوری طور پر یہ کوٹھی خالی کر دینی چاہیے۔"

وہ سب افراتفری کے عالم میں وہاں سے نکلے... سیٹھ سالار چولی نے اپنے بیوی بچوں کو بھی وہاں سے نکال لیا... انسپکٹر جمشید ان سب کو اپنے ایک خفیہ ٹھکانے پر لے آئے...

"آپ کو معلوم ہے... میں آپ کو اس جگہ کیوں لایا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

"وہاں خطرہ تھا۔"

"نہیں... یہ بات نہیں... وہاں ایسا کوئی خطرہ نہیں تھا۔" وہ بولے۔

"ارے... تو پھر... وہاں تو آپ نے کہا تھا۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا... وہاں ڈائنامیٹ واقعی نصب تھا... لیکن ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔"

"پتا نہیں... آپ کیا باتیں کر رہے ہیں۔"

"اس محفل میں موجود ایک آدمی ضرور میری ہر بات کا مطلب بخوبی سمجھ رہا ہے۔"

"اوہ... اور وہ کون ہے۔" فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

"مجرم..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دھت تیرے کی... مجرم کا نام اور ان کی مرضی کے بغیر ان کے منہ سے نکل جائے... ہو ہی نہیں سکتا۔"

"تو پھر کیوں بے کار کوشش کرتے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"اب نہیں کریں گے... معاف کر دیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آپ کیا کہہ رہے تھے جناب... جلدی سے بتائیں... مارے بے چینی کے ہمارا بہت بُرا حال ہے۔" داؤ باری نے بے چین ہو کر کہا۔

"اوہ ہاں! میں سمجھتا ہوں... اچھا تو میں کہہ رہا تھا کہ عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے ایک خاص بات نظر آئی اور وہ خاص بات یہ تھی کہ باورچی خانے کی میز پر خون کے چند قطرے نظر آئے... جو خشک ہو چکے تھے۔"

"جی خون کے چند خشک قطرے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! خون کے چند خشک قطرے... اور ان قطرات نے ہمیں کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔"

"وہ کیسے؟"

"وہاں باس کی انگلی زخمی ہو گئی تھی۔" [illegible] نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"کیا!!!" وہ ایک دم چلا اٹھے۔

محترم باس

چند سیکنڈ تک انسپکٹر جمشید خاموش رہے... مارے سسپنس کے اب سب کا بہت بُرا حال تھا... وہ سب ٹکٹکی باندھے ان کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھے تھے...

"آپ خاموش کیوں ہو گئے... بولیے نا۔"

"کیا بولوں... کہانی تو ختم ہو گئی۔"

"جی... کیا فرمایا... کہانی ختم ہو گئی... لیکن ابھی آپ نے مجرم کا نام کب بتایا ہے... خون کے ان قطرات سے آپ نے کس طرح سراغ لگایا..."

"یہ ایک لمبی کہانی ہے... خیر میں بہت مختصر کر کے سناتا ہوں... ہمارے ملک میں انتخابات ہونے والے ہیں... اور چند روز تک کاغذاتِ نامزدگی داخل ہونے والے ہیں... آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گی۔"

"جی ہاں! بالکل۔"

"اور اس الیکشن میں سیٹھ سالار چولی بھی حصہ لے رہے ہیں... سنا ہے... یہ بہت مضبوط امیدوار ہیں... اس عمارت میں مجرم اپنے کارندوں سے ملاقات کرتا تھا... ان کے جانے یا ان کے آنے سے پہلے وہ عمارت میں موجود رہتا تھا... اس وقت وہ کچھ وقت باورچی خانے میں بھی گزارتا رہا ہے... شاید وہ بھوک کا بہت مریض ہے، اسے بھوک بہت جلد اور بار بار لگ جاتی ہے... لہذا اس نے وہاں کے باورچی خانے میں خشک خوراک کے ڈبّے رکھے ہوئے ہیں... اور چند روز پہلے ایک ڈبّے کا ڈھکنا کاٹتے ہوئے اس کی انگلی کٹ گئی... اس نے دستانے پہن رکھے تھے... تاکہ اس کی انگلیوں کے نشانات ان پر نہ آجائیں... لیکن جب انگلی زخمی ہو گئی تو اسے دستانے اتارنے پڑے... اور وہ احتیاط نہ کر سکا... اس کی انگلیوں کے نشانات وہاں آگئے... اس طرح وہ پکڑا گیا، کیوں سیٹھ سالار چولی میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

"کیا مطلب؟" سیٹھ سالار چولی زور سے اچھلے۔

"اس میز پر سے ملنے والا خون آپ کا ثابت ہوا ہے... اور وہاں سے ملنے والے انگلیوں کے نشانات بھی آپ کے ہیں۔"

"ن... نہیں۔" سیٹھ سالار چولی خوف سے چلائے... ان کا رنگ سفید پڑ گیا... "اوہ اس قدر زور سے نہ چلائیں، میرا ہارٹ نہ فیل ہو جائے۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ... یہ غلط ہے... میرا کسی عمارت میں ہاتھ نہیں کٹا تھا... نہ میں نے یہ جرائم کیے ہیں... اگر کیے ہیں تو بتایا جائے... میں نے ایسا کیوں کیا؟"

"ہمیں اصل میں ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے... یہ بعد کی بات ہے کہ آپ نے یہ جرائم کیوں کیے... اور ثبوت آپ کے خلاف اس قدر مکمل ہے کہ میں کیا بتاؤں... اگرچہ یہ جرائم بہت ہلکی قسم کے ہیں... لیکن پھر بھی آپ پر مقدمہ تو چلے گا... تھوڑی بہت آپ کو سزا تو ہوگی اور آپ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے، نااہل قرار پا جائیں گے... کیوں کہ سزا یافتہ آدمی انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا۔"

"ن... نہیں... نہیں" وہ چلائے۔

"اب نہیں نہیں کہنے کا کیا فائدہ... پہلے آپ یہ بتائیں... اس چھری پر آپ کی انگلی کے نشانات کیوں ہیں... اس گلاس پر آپ کی انگلی کے نشانات کیوں ہیں،

میز پر اور فرش پر آپ کے خون کے قطرے کیوں موجود ہیں... جب کہ آپ کبھی اس عمارت میں گئے تک نہیں... اس عمارت سے واقف تک نہیں.. بھلا کوئی عدالت آپ کی بات مانے گی؟" انھوں نے پُرزور انداز میں کہا۔

"اُف! میں کیا کروں، میرا خیال ہے... مجھے اپنے وکیل کو بُلا لینا چاہیے۔"

"آپ کا مطلب ہے... راؤ باری... وہ تو پہلے ہی یہاں موجود ہیں۔"

"نن... نہیں... یہ میرے وکیل نہ کبھی رہے ہیں، نہ ہیں... میرے وکیل کا نام تو راجا رشید خان ہے.... اور میں اب انھیں فون کر کے رہوں گا۔"

"ضرور فون کریں... لیکن ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی... آپ فکر نہ کریں... آپ کو پورا پورا موقع دیا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے... پہلے آپ بات پوری کریں۔"

"آپ کی انگلی کب زخمی ہوئی تھی... اور کہاں؟"

"یہیں میرے اپنے گھر میں... میرے ملازم کی غلطی سے..." وہ بولے۔

شکریہ! اس ملازم کو بلائیں ذرا۔"

"وہ بھی اس وقت یہیں موجود ہے... شریف میاں ادھر آؤ۔"

ایک ملازم ان کے نزدیک آگیا... اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے:

"یہ حضرت میرے لیے ناشتہ لائے تھے... اچانک ان کا پیر پھسل گیا... اور انھوں نے گرنے سے بچنے کے لیے مجھے پکڑنا چاہا... ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی... اس انگوٹھی کا نگینہ نکل گیا تھا اور ایک نوک دار سرا سا ابھرا ہوا تھا، وہ میری کلائی کو زخمی کر گیا... اور خون نکلنے لگا... مجھے پٹی کرانے کے لیے ڈاکٹر کو بلانا پڑا۔"

"شکریہ... ڈاکٹر نے آکر کیا کیا؟"

"انھوں نے بتایا... انگوٹھی صاف نہیں تھی... خون میں زہریلے اثرات ہو سکتے ہیں... لہٰذا کچھ خون نکالنا پڑے گا۔"

"کیا کہا... کچھ خون نکالنا پڑے گا... اور انھوں نے خون نکالا۔"

"ہاں... تھوڑا سا خون... جو انھوں نے ایک سرنج کے ذریعے نکالا تھا۔"

"اور... اور سرنج کا انھوں نے کیا کیا۔"

"یہ تو مجھے یاد نہیں... میں نے توجہ نہیں دی تھی۔"

"اوہ! تو اس عمارت میں دراصل وہ خون تھا جو سرنج کے ذریعے نکالا تھا۔"

"جی... کیا مطلب؟" وہاں موجود سب لوگ حیران رہ گئے۔

"جی ہاں! بس... یہی بیان میں آپ سب کو سنانا چاہتا تھا... اس کیس میں میرے لیے اصل الجھن یہ تھی... کہ اس عمارت کے باورچی خانے میں سیٹھ سالار چولی صاحب کا خون کیوں ہے... اگر یہ خون واقعی ان کا ہے، اور باس یہ خود ہیں تو ان وارداتوں کا مطلب کیا ہے، وارداتوں کا مطلب کسی طرح جب میری سمجھ میں نہ آیا تو میں نے غور کرنا شروع کیا کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ خون تو سیٹھ سالار چولی کا ہے... لیکن کسی نہ کسی طرح حاصل کر کے وہاں گرا دیا ہو... اور پھر ہم نے سیٹھ صاحب کی انگلی کا جائزہ لیا... وہ زخمی تھی... ہم نے ان کے ڈاکٹر کا نام معلوم کیا... اور ڈاکٹر صاحب مشکوک نظر آئے... پہلے بھی کئی غلط کام کرنے کے سلسلے میں ان پر الزامات عائد کیے گئے تھے... اب یہ بات ذہن میں آئی کہ باس نے اس کے ذریعے ان کا خون حاصل کیا...

تاکہ وہ ان وارداتوں کی ذمے داری سیٹھ سالار چولی کے سر ڈال سکے اور انھیں انتخابات کے لیے نااہل قرار دے دیا جائے... صرف اسی صورت میں داؤ باری خود کامیاب ہو سکتے تھے۔"

"جی... کیا مطلب؟" وہ سب چلائے۔

"جی ہاں! انھوں نے ہی پروفیسر جھرلوس کو میرے پاس بھیجا تھا... مقصد صرف مجھے الجھانا تھا... یہ کہ میں ان پر شک کرنا شروع کر دوں... ایک مزے دار بات رہ گئی... یہ حضرت کسی زمانے میں تھیٹر کے بہت بڑے اور مشہور ترین اداکار رہے ہیں... ان کا خاص کام لوگوں کی آوازوں کی ہوبہو نقل اتارنا تھا... تھیٹر میں اداکاری کے دوران یہ ملک کے مشہور لوگوں کی آوازوں کی نقل اتار کر بھی دکھایا کرتے تھے... پھر انھوں نے اس کیس کے دوران اپنا یہ فن بھی آزمایا، اور میرے بچوں سے میری آواز میں بات کی... مجھ سے پروفیسر داؤد صاحب کی آواز میں اور آئی جی صاحب کی آواز میں بات کی... اس طرح الجھنوں پر الجھنیں یہ حضرت پیدا کرتے چلے گئے... تاکہ ہم یا تو پروفیسر جھرلوس پر شک کرتے رہیں یا پھر سیٹھ سالار چولی کو مجرم گردان دیں... اور ان کی طرف کسی کا خیال تک نہ جائے..." انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"ہوں! تو یہ بات تھی... میں تو مارا گیا تھا... اگر آپ تفتیش نہ کرتے۔"

"ہاں! پولیس آپ کے خلاف پکا کیس تیار کر ڈالتی... اور آپ جیل میں نظر آتے... ادھر کاغذات نامزدگی جانے والے ہیں... لہٰذا آپ کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا۔"

"حد ہے... کمال ہے... اب منصوبہ" سیٹھ سالار چولی نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ کچھ کہنا پسند کریں گے جناب راؤ باری۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں! میرا وکیل عدالت میں بات کرے گا... میرا کچھ نہیں بگڑے گا... میرے خلاف آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"یہ آپ نے کیسے کہہ دیا... ڈاکٹر صاحب کا بیان کہاں جائے گا... جن کے ذریعے آپ نے سیٹھ سالار چولی کا خون حاصل کیا تھا۔"

"یہ میرے خلاف بیان کیوں دینے لگے۔"

"دینے لگے کیا ہوتا ہے... دے چکے ہیں۔"

"کیا کہا... دے چکے ہیں۔" راؤ باری کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! یہاں آنے سے پہلے ہی... میں نے انھیں بتا دیا

تھا کہ ان کے جرائم کی پوری لسٹ ہمارے پاس ہے... اب وہ بچ نہیں سکتے... لہٰذا راؤ باری کے بارے میں بھی سب کچھ سچ سچ بتا دو... اور اس نے بتا دیا... کیونکہ امتحان گاہ میں ہولناک شکنجے ان کے بس کی بات نہیں تھے۔"

"اوہ!" وہ سب حیران تھے۔

"اب ایک آخری بات بھی بتا دیں... سیٹھ سالار چولی صاحب کے گھر پر آپ نے بتایا تھا... کہ ڈائنامیٹ لگا دیا گیا ہے، اس لیے آپ فوری طور پر ہمیں یہاں لے آئیے... اس کی کیا وجہ ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"صرف خون خرابے سے بچنے کے لیے۔"

"جی... ہم سمجھے نہیں۔"

"اس عمارت میں ہم اپنا 'بچاؤ' نہیں کر سکتے... یہاں نہ صرف 'بچاؤ' کر سکتے ہیں... بلکہ خون خرابے کے لیے محترم باس صاحب کے آدمیوں کو گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب..." باس اچھل پڑا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ آپ پوری تیاری کر کے آئے تھے... آپ کو ہماری طرف سے پہلے ہی کھٹکا تھا اور اب یہ کھٹکا اور بڑھ گیا تھا... یہ کہ کہیں میں ان تک نہ پہنچ جاؤں... لہٰذا اس نے سیٹھ سالار چولی کی کوٹھی کے

ارد گرد اپنے دس آدمی جدید ترین رائفلوں والے مقرر کیے تھے... میں نے سوچا... آخر وقت میں جب یہ حضرت خود کو پھنسا ہوا پائیں گے تو اپنے آدمیوں سے فائرنگ کرائیں گے... کچھ ادھر کے مریں گے، اور کچھ ادھر کے... یا زخمی ہوں گے... لیکن میں ایسا پسند نہیں کرتا... لہٰذا میں نے وہ کام کیا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے... مطلب یہ کہ ان حضرت کے وہ دس آدمی اب بھی باہر موجود ہیں... لیکن وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے... اس لیے کہ یہ عمارت کوئی عام عمارت نہیں ہے؛ اس پر چاروں طرف سے فائرنگ کی جائے... تب بھی اندر موجود لوگوں کا بال تک بیکا نہیں ہو سکتا... جواب میں فائرنگ کرنے کی بھی ضرورت نہیں... اب رہ گئی بات ان کی گرفتاری کی... تو اکرام کے ماتحت ان کے گرد بھی موجود ہیں... اگر یہ ان پر فائرنگ کریں گے تو اس طرف سے ضرور جوابی فائرنگ کی جائے گی... اکرام کے ماتحت بھی محفوظ جگہوں پر اور محفوظ باس میں موجود ہیں... مطلب یہ کہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی... رنگ چوکھا آئے... اور وہ آ چکا۔"

"کک... کون آ چکا ہے... جمشید" پروفیسر داؤد بے خیالی کے انداز میں بولے۔

"جی... رنگ اور کیا؟"

"اوہ ہاں رنگ... بھئی اس رنگ میں بھی تو بری بات ہے... جب دیکھو، آ جاتا ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی... یہ کیا فرمایا آپ نے۔" کسی نے کہا۔

"شاباش... شاید میں غلط کہ گیا... جمشید... تم اپنی بات جاری رکھو۔"

"اب میں کیا بات کروں... میری بات تو ختم ہو چکی ہے۔"

"ابھی نہیں... انسپکٹر جمشید... میں بھی پوری تیاری کر کے آیا تھا..." ایسے میں باس نے خوف ناک انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"جب مجھے سیٹھ سالار چرلی کے ہاں پہنچنے کے لیے کہا گیا تو میرے کان کھڑے ہوئے... کیوں کہ میں انسپکٹر جمشید کے طریقہ کار سے بہت اچھی طرح واقف ہوں... میں نے فوراً خیال کر لیا کہ کہیں یہ میری گرفتاری کا منصوبہ تو نہیں بن رہا... میں نے اپنی کوٹھی کے اردگرد کا جائزہ دوربین کے ذریعے لیا... معلوم ہوا کوٹھی کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے... اب تو میرا ماتھا ٹھنکا... فرار بھی نہیں ہو سکتا تھا... لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ

انجان بن کر چلتے ہیں... تاہم حفاظتی انتظامات کر لیتے ہیں... چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا... ایک دن پہلے ہی میں اپنے آدمیوں کے ذریعے سیٹھ سالار چولی کی کوٹھی میں ڈائنامیٹ لگوا چکا تھا... میں نے اپنے آدمیوں کو اشارہ دے دیا کہ اگر حالات نازک ہوں تو میرے اشارے پر کوٹھی کو اڑا دیا جائے ... اس طرح مجھے ایک اطمینان تھا... کہ اگر میں پھنسا تو دوسرے بھی بچ نہیں سکیں گے، لیکن ساتھ ہی میں نے ایک اور کام کیا... میں نے سوچا... انسپکٹر جمشید بھی بہت کائیاں آدمی ہیں ... کیا کسی طرح یہ نہ جان جائے کہ وہاں ڈائنامیٹ لگا دیا گیا ہے... اسی لیے... میں نے اپنے آپ کو بچانے کا ایک دوسرا انتظام بھی کر لیا اور وہ انتظام اس وقت میرے ہاتھ میں ہے... ایک ننھا سا بم جس کی یہ پن دبانے سے بم پھٹ جائے گا... یہ ٹھیک ہے کہ میں ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاؤں گا... لیکن آپ سب کو بھی اپنے ساتھ موت کے گھاٹ اتار کر مروں گا... ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے...‘‘ یہ کہہ کر اس نے بم والا ہاتھ سب کو دکھایا۔

’’اوہ... اوہ...‘‘ لوگ پریشان ہو کر بولے۔

’’بچنے کی صرف ایک صورت ہے۔‘‘ اس نے کہا۔

’’اور وہ کیا؟‘‘

’’یہ کہ مجھے نکل جانے دیا جائے... کوئی بھی میرے نزدیک آیا... بم پھٹ جائے گا اور میرے ساتھ اس کے بھی ٹکڑے اڑ جائیں گے۔‘‘

ان سب کی نظریں انسپکٹر جمشید پر جم گئیں... گویا سب لوگ فیصلہ ان سے سننا چاہتے تھے...

’’بہت خوب مسٹر باس! تم واقعی بہت چالاک ہو... تمھارا کوئی جواب نہیں۔‘‘

’’میں تعریف سننے کے موڈ میں نہیں ہوں... آپ فوراً فیصلہ کریں۔‘‘

’’اچھا... ٹھیک ہے... آپ جا سکتے ہیں۔‘‘

’’شکریہ... میں واقعی جا رہا ہوں... میرے ساتھ میرے تمام آدمی بھی چلے جائیں گے... اگر کہیں مجھ پر وار کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم جواب میں فائرنگ کریں گے، اور میں تو آپ لوگوں کے ہاتھ آؤں گا ہی نہیں... اگر کوئی راستہ بھی نہ پاؤں گا... تو یہ بم تو کہیں گیا نہیں۔‘‘

’’اچھا ٹھیک ہے... تو تم جیت گئے... ہم ہار گئے، ویسے تمھیں اپنے جرم کا تو اقرار ہے؟‘‘

’’ہاں! یہ سب کچھ میں نے کیا ہے... اور کہہ رہا ہوں،‘‘

اور سیٹھ سالار چولی کو الیکشن نہیں لڑنے دوں گا۔"

"اب بھی ۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! اب بھی اس لیے کہ میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں، کئی بڑی طاقتیں میری پشت پر ہیں... جو مجھ سے اس قسم کے کام لیتی رہتی ہیں... سیٹھ سالار چولی جیسے ملک کے خیر خواہ لوگوں کو یہ بڑی طاقتیں اوپر آتے نہیں دیکھ سکتیں، لہٰذا مجھ جیسوں سے کام لے کر انھیں راستے سے ہٹایا جاتا ہے... میری ناکامی کافی حیران کن ہے... کیونکہ اس سے پہلے میں کبھی ناکام نہیں ہوا... جب بھی اور جو کام بھی میرے ذمے لگایا گیا... اس کو میں نے پورا کر دکھایا، لیکن اس بار میں ناکام ہو گیا... خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں... اب ہم سیٹھ سالار چولی کو ویسے ہی ختم کر دیں گے۔"

"اور خود پھانسی کے تختے پر چڑھ جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں... آپ کی حکومت ہم جیسوں کو پھانسی بھی تو نہیں دے سکتی... اس لیے کہ بڑی طاقتیں اپنے آدمیوں کو چھڑا لیتی ہیں... جو ملک دوسروں کا محتاج ہو... اس کی حکومت سے کیا بات نہیں منوائی جا سکتی... صرف

اور صرف ان ممالک سے بات نہیں منوائی جا سکتی... جو دوسروں کی محتاج نہیں ہیں... اور نہ بڑی طاقتوں سے خوف زدہ ہیں... لیکن آپ کا ملک ان ممالک میں شامل نہیں ہے۔"

"ہاں دوست... تم نے ٹھیک کہا..." انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"اچھا! اب میں چلا... مجھ کو روکنے کی کوشش موت ہو گی۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تم یہ آخری داؤ بھی ہار چکے ہو تو؟" انسپکٹر جمشید نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رات بھر تم میرے ایک خاص آدمی کی نظروں میں پوری طرح رہے ہو... تم نے جو کام بھی کیا وہ نوٹ کرتا چلا گیا... پھر بھلا وہ اصل بم تمھاری جیب میں کس طرح رہنے دے سکتا تھا۔"

"کیا کہا..." وہ دھاڑا۔

"ہاں... تمھارے ہاتھ میں اس وقت ایک عدد نقلی بم ہے... اگر یقین نہیں تو بٹن دبا کر دیکھ لو۔"

اس نے بٹن دبائی، لیکن کچھ نہ ہوا... پھر باہر کی طرف

چھلانگ لگائی... لیکن محمود کی لات اس کے سینے پر لگی... وہ الٹ کر گرا... اٹھا، لیکن فاروق نے اس کی ٹانگ کھینچ لی... پھر اٹھنے کی کوشش کی... تو فرزانہ کے سر کی ٹکر اس کی کمر پر لگی اور وہ دھب سے گر گیا... اسی وقت اکرام کے ماتحت آگے بڑھے اور اسے جکڑ لیا...

"تو یہ تھی کہانی... کمال ہے یعنی کہ..." خان رحمان کی آواز ابھری۔

"کہانی نہیں انکل... کیس۔"

"ارے ہاں... وہ اس کے بھائی کا معاملہ تو رہ ہی گیا!"

"اوہ! ہاں... خوب یاد دلایا... دراصل اس کے بھائی کو اس کے کرتوتوں کا پتا چل گیا... وہ اس کے راستے میں آنا چاہتا تھا... لہذا اس نے اسے بھی پاگل بنا ڈالا۔"

"اوہ... اوہ" ان کے منہ سے نکلا۔

"یار لوگ بھی کیسے کیسے منصوبے بناتے ہیں... ہمارے ملک کے خلاف۔" فرزانہ نے سرد آہ بھری۔

"کیسے کیسے منصوبے... کبھی واہ... یہ تو کسی خاندانی کا کام ہو سکتا ہے۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"وصت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے....

فائدے کی بات

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۱۰ مارچ کو پڑھیے

قیمت ۱۸ روپے

منی خاص نمبر

محمود ○ فاروق ○ فرزانہ

اور

انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۶۸

خزانے کا بھوت

مصنف : اشتیاق احمد

- محمود ، فاروق اور فرزانہ سے ایک پُراسرار آدمی کی ملاقات ۔
- اس کا کہنا تھا کہ فلاں حویلی کے ایک کمرے میں خزانے کی ایک دیگ دفن ہے ۔
- اور یہ بات اسے ایک پُراسرار آدمی نے بتائی تھی ۔
- پُراسرار آدمی نے ہی اسے محمود ، فاروق اور فرزانہ کے پاس بھیجا تھا ، لیکن کیوں ؟
- خزانے کا معاملہ تو حد درجے راز میں رکھنے کے قابل ہوتا ہے ۔ اور جب کھدائی کی گئی تو ....
- ایک دلچسپ کیس وہاں سے شروع ہو جاتا ہے ۔
- انسپکٹر جمشید کا کردار بھی آپ کو حد درجے پُر اسرار نظر آئے گا ۔
- ایک بار تو انھوں نے ساری ذمے داری ان تینوں پر ڈال دی ، لیکن پھر ....
- دوسرا مقتول کون تھا ؟
- ایک شخص کی دس سالہ کوششوں کا نتیجہ کس صورت میں ظاہر ہوا ۔
- کیس کا مجرم انھیں بالکل سامنے نظر آ رہا تھا ، مگر ....
- مقتول کی جیب سے ملنے والی چیزیں بالکل معمولی تھیں ، لیکن ان میں سے ایک معمولی چیز سے انسپکٹر جمشید مجرم

تک پہنچ گئے ۔

- ○ پرانے انداز کا ناول ۔ جب وہ مجرم کی تلاش میں سراغ لگاتے پھرا کرتے تھے ۔ اور کسی بہت ہی معمولی چیز سے سراغ مل جاتا تھا ۔
- ○ آپ ایک بار پھڑک اُٹھیں گے ۔ پرانے ناولوں کی یاد تازہ ہو گئی ۔
- ○ مجرم کا آخری وار کس قدر عجیب تھا ۔
- ○ اس لحاظ سے اس کہانی کا نام آخری وار بھی ہو سکتا تھا، لیکن ....
- ○ آخر میں جب مجرم آپ کے سامنے آئے گا تو ....
- ○ اُلجھنوں کے اس طوفان میں آپ کے کرداروں نے اپنا کام کس طرح نکالا ۔
- ○ جرم کیا تھا ۔
- ○ آخری صفحات سے پہلے آپ نہ تو جان سکیں گے، نہ اندازہ لگا سکیں گے ۔
- ○ اس بار آپ کو یُوں محسوس ہو گا کہ انسپکٹر جمشید اپنے ماضی کی طرف لوٹ گئے ہیں ۔
- ○ ایک دلچسپ ناول ۔
- ○ ہر لمحے تجسس میں اضافہ ۔

- سپرنٹنڈنٹ جیل کو ایک پُراسرار خط ملا —
- وہ خط انھیں کس طرح ملا تھا — ایک سوال جس کا جواب بہت مفید رہے گا —
- کوئی شخص جیل کے پندرہ آدمیوں کو ہلاک کرنا چاہتا تھا — وہ پندرہ کے پندرہ آدمی بہت خاص تھے —
- جیل سپرنٹنڈنٹ کے بچے محمود اور فاروق کے کلاس فیلو تھے — انھوں نے سب سے پہلے انھیں فون کیا —
- محمود ، فاروق اور فرزانہ گھر میں نہیں تھے ، لہٰذا فون انسپکٹر جمشید نے سُنا —
- انسپکٹر جمشید نے خط کا مضمون سُن کر فیصلہ دیا کہ یہ کسی کا مذاق نہیں ہو سکتا —
- جیل میں حفاظتی انتظامات کر لیے گئے —
- لیکن تمام تر حفاظتی انتظامات کے باوجود دوسرے دن جیل میں قتل کی ایک عدد واردات ہو گئی —
- محمود ، فاروق اور فرزانہ موقعِ واردات پر پہنچے — تو انھیں ایک عجیب چیز نظر آئی —
- وہ عجیب چیز کیا تھی —
- ایک ہوٹل کے ہال میں ایک خوفناک آدمی —
- خوفناک آدمی نے ہنگامہ برپا کر دیا —

- اس ہنگامے کی وجہ سے اس شخص کو جیل بھیج دیا گیا —
- جیل میں اس کے ساتھ عجیب سلوک کیا گیا —
- اس کا نام رانا مانگا تھا ، لیکن ....
- لیکن جیل میں ایک اور خوفناک آدمی بھی موجود تھا —
- اس خوفناک آدمی سے رانا مانگا کی ٹکر ——
- صدرِ مملکت کے انسپکٹر جمشید اور انھیں بلا کر ایک عجیب حُکم سنایا —
- آپ نے اتنا عجیب حُکم صدر صاحب کا پہلے کسی ناول میں نہیں پڑھا ہو گا —
- حُکم سُن کر انسپکٹر جمشید بھی دھک سے رہ گئے —
- کیونکہ ان حالات میں وہ حُکم ان کے لیے بھی ناقابلِ قبول اور ناخوش گوار تھا —
- تو پھر — کیا انھوں نے صدر صاحب کا حُکم ماننے سے انکار کر دیا ؟
- ایک انوکھا ناول — جو انھیں کہیں کا کہیں لے گیا اور نہ جانے انھیں کہاں سے کہاں آنا جانا پڑا —
- آپ ناول کی بھول بھلیوں میں کچھ اس طرح گم ہوں گے کہ ناول کا اختتام آ جائے گا اور آپ اچانک چونک اُٹھیں گے —

تحریک ختم نبوت 1953

ترتیب و تحقیق:

مولانا اللہ وسایا

☆ اکتوبر ۱۹۳۴ء قادیان سے ۲۲ دسمبر ۱۹۵۳ء لاہور تک کے حالات و واقعات کا بصیرت افروز تجزیہ ☆ ملتان فائرنگ کیس ☆ کل پارٹیز مجلس عمل کا قیام ☆ جہانگیر پارک کراچی میں ظفر اللہ خاں قادیانی کے جلسے پر پتھراؤ ☆ قادیانیوں کے خلاف جلسے، جلوس اور ہڑتالوں کا لامتناہی سلسلہ ☆ خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کو نوٹس ☆ حضرت امیر شریعت" "مولانا ابو الحسنات" اور مجلس عمل کے دیگر راہنماؤں کی گرفتاریاں ☆ امت مسلمہ کا احتجاج اور لیگی حکومت کا ظلم ☆ لاہور میں مارشل لاء ☆ اعظم و ناظم کا ظلم و ستم ☆ مرزائیوں کی بربریت ☆ عاشقان ختم نبوت کے سینے اور سنگینوں کی گولیاں ☆ لاہور میں پاسبان ختم نبوت کا قتل عام ☆ گولیوں کی بوچھاڑ اور لاشوں کے انبار ☆ عشق مصطفیٰ" کے لئے خاک و خون میں تڑپنے والے شہداء کی ایمان پرور، جذبہ آفریں داستانیں ☆ حق کی للکار، باطل کا فرار ☆ رسوائے زمانہ جسٹس منیر کی قادیانیت نوازی "انصاف" کا خون ☆ تحریک کے راہنماؤں کی جرأت رندانہ ☆ سینکڑوں عنوانات ☆ ہزاروں کہانیاں ☆ مجلس عمل کا عدالت میں باطل شکن تحریری بیان ☆ عدالت کے مرزائیوں سے سوالات، مرزائیوں کے مغالطہ آمیز جوابات اور مولانا محمد علی جالندھری" کا تاریخی جواب الجواب ☆ کتاب کے ہر صفحہ پر حقائق کا انبار ☆ تاریخ نے راز اگل دیئے، جس سے مرزائیت عریاں ہو گئی ☆ تحریک کے مخالفین کا انجام ☆ تحریک کی صوبہ جاتی رپورٹیں ☆ پنجاب کے اضلاع میں تحریک کی رفتار ☆ لاکھوں سرخرو چہرے، بیسیوں مکروہ مہرے ☆ ایک ایسی تاریخی اور مستند دستاویز جس سے حق کا بول بالا ہوا اور دشمن کا منہ کالا ہوا ☆ حضرت لاہوری" کا اہل جنت سے خطاب ☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ ایک قرض و قرض کی ادائیگی ☆ رشحات قلم، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری" ☆ قائد احرار ماسٹر تاج الدین انصاری" ☆ قائد تحریک ختم نبوت مولانا تاج محمود" ☆ شیر اسلام، مولانا غلام غوث ہزاروی" ☆ وکیل ختم نبوت، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش درانی

> پڑھئے اور تحفظ ختم نبوت کے لئے آگے بڑھئے

کمپیوٹر کتابت ☆ عمدہ کاغذ ☆ اعلیٰ طباعت ☆ بہترین جلد ☆ صفحات 912 ☆ قیمت/ 100 روپے ☆ قیمت پیشگی منی آرڈر کرنا ضروری ہے ☆ وی پی ہرگز نہ ہو گی۔

ملنے کا پتہ: ۱: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ۔ ملتان پاکستان فون = ۳۰۴۶۸۷۔

۲: مکتبہ سید احمد شہید " ۱۱۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور فون = 228196